اگست ۱۹۸۳

ماہنامہ

حیات نو

ANJUMAN TALB - E - QADEEM

JAMEAT - UL - FALAH

BILARIA GANJ - AZAMGARH (U.P.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

حیاتِ نو

مدیر ــــــــ نور محمد فلاحی
مدیر معاون ــــــــ احسان الحق فلاحی

ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ مطابق اگست ۱۹۸۳ء
سالانہ زرِ تعاون ــــــــ ۳۰/ روپے

نقوشِ حیاتِ نو

دھڑکنیں۔ آسماں تیری لحد پر ــــــــ ادارہ
فکر و نظر۔ اسلام میں کامیابی کا تصور ــــــــ عبد الحی فاروق
حقوق شہریت میں اسلامی مساوات ــــــــ سلطان احمد اصلاحی
اسلامی تہذیب اور مجسمہ سازی ــــــــ مسعود عالم قاسمی
نوجوان ـ ملک اور ملت کا عظیم سرمایہ ــــــــ نعیم الدین اصلاحی
سلسلۂ خطوط۔ مولانا مودودیؒ اور مولانا داؤد اکبرؒ ــــــــ ادارہ
لندن سے ایک خط ــــــــ ابو الخطیب لندن
عالمِ اسلام اسرائیلی فوجوں کا انخلاء ــــــــ "
شعر و نغمہ۔ غزل ــــــــ بدر عالم ایم۔ اے
میرا چمن لیل و نہار ــــــــ حسن حبیب

دھڑکنیں

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

آج کل عالم اسلام میں دو عظیم ترین شخصیتوں کے سانحہ ارتحال پر ماتم کیا جا رہا ہے۔ جن میں پہلی شخصیت جناب محمد علی الحرکان کی ہے ... دوسری شخصیت جناب قاری محمد طیب صاحب کی ہے۔ اول الذکر جناب محمد علی الحرکان کا شمار عالم اسلام کی ان بلند پایہ شخصیتوں میں ہوتا ہے جو بین الاقوامی سطح سے دین اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمات انجام دیتی رہی ہیں۔ موصوف ۱۳۲۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں نشوونما پائی۔ آپ نے مسجد نبوی کی درسگاہ سے کسب فیض کیا۔ اور وہیں دینی تعلیم مکمل کی۔ دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد مختلف صورتوں سے ملت اسلامیہ کی زبردست خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے محکمۂ قضاء کے مختلف شعبوں میں بھی کام کیا۔ مدینہ منورہ میں بحیثیت مدرس دینی خدمات بھی انجام دیں۔ ۱۳۹۶ھ میں رابطہ کو فعال اور متحرک بنانے کی غرض سے آپ رابطہ کے جنرل سکریٹری بھی منتخب کئے گئے۔ اس کے علاوہ آپ مساجد کمیٹی کے سکریٹری کی حیثیت سے بھی دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔

غرضیکہ اسی طرح آپ نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں گذار دی۔ یہاں تک کہ ۲ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعہ اس دار فانی کو ہمیشہ ہمیش کے لئے داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ موصوف مرحوم کو جنت الفردوس نصیب کرے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مؤخر الذکر جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب بھی عالم اسلام کی نمایاں ترین شخصیتوں میں شمار کئے جاتے رہے ہیں۔ آپ کو قرآن، حدیث، تفسیر میں گہری دسترس حاصل تھی۔ ان موضوعات پر آپ کی قابل قدر تصانیف بھی موجود ہیں۔ آپ عالم دین کے ساتھ ساتھ نادر الکلام شاعر، خوش بیان مقرر اور بہترین انتظامی صلاحیتوں کے مالک بھی تھے ... کا نتیجہ تھا کہ [illegible] سال کی عمر میں ہی آپ دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر فائز ہوگئے اور مسلسل ۵۰ سال تک نہایت ہی اخلاص، للہیت اور دلسوزی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔ آپ ہی کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی۔ اور ... پاک کے علاوہ سعودی عرب، افریقہ، امریکہ کے تشنگان علم آ آ کر اپنی پیاس بجھانے لگے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے دارالعلوم دیوبند کو ... ایک عالمی جامعہ بنا دیا۔ لیکن قانون خداوندی کب کسی کو بخشتا ہے؟ وہاں تو ہر شخص کیلئے موت کا ایک دن مقرر ہے۔ "کل نفس ذائقۃ الموت" کے تحت موصوف نے بھی ۸۰ سال کی عمر پا کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت دین کو قبول فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

عبدالحی فاروقی نوری
دارالبیان
فلاح یوسف

اسلام میں کامیابی کا تصور

قبل اس کے کہ ہم مقالے کے اصل موضوع "اسلام میں کامیابی کا تصور" پر بحث کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دورِ قدیم اور دورِ جدید میں کامیابی کے تصور اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کا جائزہ لے لیا جائے یعنی یہ کہ دورِ جاہلیت میں کامیابی اور ناکامی کا معیار کیا تھا کس کو کامیاب اور کس کو ناکام سمجھا جاتا تھا نیز اس دورِ جدید میں کامیابی کا کیا تصور ہے اور عملی زندگی پر اس کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ اسلام نے اس میں کیسی بے نظیر تبدیلی کی ہے۔

دورِ جاہلیت میں کامیابی کا تصور (قبل از اسلام)

اہلِ عرب کے اندر فلاح کا عام تصور یہ تھا کہ جس نے اچھا کھانا، اچھا کپڑا اور اچھا گھر پالیا جو مال و اولاد سے نوازا گیا جسے معاشرے میں نام و نمود اور اثر و رسوخ حاصل ہو گیا اس نے بس فلاح پالی۔ اس بنیادی غلطی سے وہ ایک اور غلط فہمی میں پڑ گئے تھے وہ یہ کہ جو اس معنی میں فلاح یاب ہے وہ ضرور راہِ راست پر ہے بلکہ خدا کا محبوب و مقرب ہے ان کا استدلال یہ تھا کہ ہم اللہ کے زیادہ پیارے ہیں ورنہ کیسے ممکن تھا کہ ہمیں کامیابیاں نصیب ہوں۔ اور اس کے برعکس جو اس فلاح سے علانیہ محروم نظر آرہا ہے وہ یقیناً عملی اور اعتقادی اعتبار سے گمراہ اور خداؤں کے غضب میں گرفتار ہے۔ وہ کسی طرح یہ باور کرنے کو تیار نہ تھے کہ اللہ ہم پر یہاں تو خوش ہو کر نعمتوں کی بارش کر رہا ہے اور آخرت میں جا کر عذاب دے گا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ

(سبا، ۳۴: ۳۵)

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں اور یہ بھی کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔

ان کا خیال تھا کہ ہمیں یہاں مال و دولت، آل و اولاد، جاہ و حشم، عزت و اقتدار اور معاشی خوشحالی حاصل ہے تو لازماً یہ ہمیں آخرت میں بھی ملیں گی، اگر وہ واقع ہوئی۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝

(حم سجدہ ۵۰)

اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق تھا اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہو اور اگر قیامت سچ مچ بھی ہو اور میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لئے اس کے ہاں بھی خوشحالی ہے۔ پس کافر جو عمل کرتے ہیں وہ ہم ان کو ضرور جتائیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

مال و دولت کی کثرت نے انہیں بدترین اخلاق کا حامل بنا رکھا تھا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ○

(قلم ۸ - ۱۴)

اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آنا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہو، طعن آمیز باتیں کرنے والا، چغلیاں لئے پھرنے والا، مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھا ہوا بدکار، سخت خو اور اسکے علاوہ بدذات ہے اس لئے کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔

اسی کثرت مال کے سبب ان کے اندر جوئے کی بری لت پڑ گئی تھی اور وہ اپنے سے کمزوروں کو جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہ تھی، بری بھولی نظروں سے دیکھتے اور ان سے بغض و حسد رکھتے تھے۔ علامہ حسن حسب "تاریخ دول العرب والاسلام" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

اما المیسر من الامور التی تادهم الیها حب الثروة الظهور بالثروة والغنی، وحیث کانت هذه العادة ذمیمة جالبة للشر مسببة للحقد والضغائن والشح بین من لم یکن لهم حظ فی الغنم وکان نصیبهم الغرم منها حظرها الاسلام"

"قمار بازی اور مال کی محبت نے اہل عرب کو جوئے کا دلدادہ بنا دیا تھا۔ چونکہ یہ عادت نہایت بری اور کینہ، بغض و حسد اور تنگ دلی پیدا کرنے والی تھی اور محروم القسمت لوگوں میں نفرت پیدا کرتی تھی اسلئے اسلام نے اسکو حرام قرار دیا"

انسان کی یہ عام کمزوری ہے کہ حاصل شدہ دولت کو وہ اپنے ہاتھوں کا کرشمہ سمجھتا ہے اور نہیں جانتا کہ یہ کتنی بڑی گمراہی کا باعث ہے چنانچہ سورۂ زمر میں فرمایا گیا:

فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○

(زمر ۴۹)

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے پھر جب ہم اسکو اپنی طرف سے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے (میرے) علم و دانش کے سبب ملی ہے۔ (نہیں) بلکہ وہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

قرآن کی تنقید

قرآن کفار کے اس نظریہ کی سخت تردید کرتا ہے۔ قرآن کے نزدیک کثرت مال و اولاد کسی کے کامیاب ہونے یا راہ راست پر ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار اللہ کی مشیت پر ہے۔ اس میں اس کی خوشی یا ناراضگی کا کوئی سوال نہیں۔ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○ (سبا ۳۶) کہہ دو میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں[1]۔ اس کی مشیت کے تحت ہی ایک نیک دل اور پاکباز آدمی مشقتوں سے دوچار ہوتا ہے اور مصائب و تکالیف برداشت کرتا ہے اور اس کی مشیت کے تحت ہی ایک ظالم و جابر انسان دولت کا ڈھیر لگاتا چلا جاتا ہے۔ کوئی بھی باہوش انسان پہلے آدمی کو گمراہ اور دوسرے کو راہ یاب نہیں کہہ سکتا۔ یہ دنیا دار الجزا نہیں ہے کہ جسے مادی فراوانی حاصل ہو جائے اسے حقیقتاً کامیاب مان لیا جائے بلکہ یہ دنیا تو دار الامتحان ہے اگرچہ یہاں اخلاقی جزا و سزا ہے بھی تو بہت محدود اور ناقص۔ جاننے یہ اس حقیقت کو نظرانداز کر کے یہ سمجھ لینا کہ جس کو زیادہ نعمت ملی ہے وہ برحق اور خدا کا محبوب اور جس پر آفت و مصیبت آئی ہے وہ باطل پر ہے اور خدا کے نزدیک مغضوب

---

[1] مشیت اور رضا الگ الگ چیزیں ہیں۔ خدا کی مرضی کے خلاف تو کوئی کام ہو سکتا ہے مگر اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔

بے بڑی حماقت ہے۔ یہ دنیا کوئی اندھیر نگری نہیں ہے بلکہ اس کا
ایک مدبر و با اختیار حاکم ہے۔ اگر کسی کی کج روی کے باوجود خدا
اس کو نعمتوں سے نوازتا جا رہا ہے تو یہ اس کی تباہی کے پیش خیمہ ہیں
نہ کہ کامیابی کے۔ انتظار صرف پیمانہ کے لبریز ہونے کا ہے۔
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ — کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں
بَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ — کہ ہم جو دنیا میں انکو مال اور
لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ — بیٹوں سے مدد دیتے ہیں (تو
(مومنون ۵۵۔ ۵۶) — اس سے انکی بھلائی میں جلدی
کر رہے ہیں، نہیں بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔)
قرآن کا کہنا ہے کہ کفار کا یہ دعوی کہ نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا
وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ بالکل غلط ہے۔ قیامت کے
دن کسی کا مال و متاع، آل و اولاد، جاہ و حشم اور قوت و
اقتدار کام نہیں آئے گا۔ اس دن تو ایمان اور عمل صالح کی ہی
قیمت ہوگی۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ
اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (شعراء ۸۸۔ ۸۹) (جس دن نہ مال
ہی کچھ فائدہ دے گا اور نہ بیٹے۔ ہاں جو شخص خدا کے پاس پاک دل
لے کر آیا وہ بچ جائے گا)۔

تقسیم رزق — قرآن کی رو سے

مندرجہ بالا سے
ہمیں قرآن ان کے نظریہ کے خلاف ایک نیا نظریہ پیش کرتا ہے۔
قرآن کہتا ہے کہ رزق میں تنگی یا کشادگی کسی کی ناکامی یا کامیابی کی
دلیل نہیں بلکہ مال و دولت تو انسان کے لیے ایک آزمائش ہے
اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔ کسی کو فراوانی مال کے ذریعہ
آزمایا جاتا ہے تو کسی کو تنگی مال کے ذریعہ۔ کشادگی دے کر اللہ
تعالیٰ دیکھتا ہے کہ ان نعمتوں کے باوجود بندہ مولیٰ کا شکر
گزار رہتا ہے یا خود سر ہو جاتا ہے اور میری نعمات پر اتراتا
ہے۔ سورہ سبا میں قوم سبا اور حضرت داؤد و سلیمان کا تذکرہ
کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ دونوں کو اللہ نے اپنے انعام و اکرام
سے نوازا تھا لیکن قوم سبا نے استکبار میں مبتلا ہو کر [illegible]
اور نتیجۃً وہ ہلاک کر دی گئی اور حضرت داؤد و سلیمان نے شکر گزاری
کی روش اختیار کی اور ان کی انابت میں اضافہ ہی ہوتا
گیا تو اللہ نے انہیں مزید نعمتوں سے نوازا۔
کشادگی مال کے علاوہ تنگی مال کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ بندوں
کی آزمائش کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ غربت و تنگی میں بھی بندہ
مجھے یاد رکھتا ہے یا غیروں کے آستانے پہ جا کر فریاد کرتا ہے۔
اگر بندہ اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو مزید نعمت و اکرام
سے نوازا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ایوب کو اس امتحان میں ڈالا گیا
ان کا تمام مال و اسباب ختم ہو گیا، اعزہ و اقارب ساتھ چھوڑ
گئے لیکن جب اس امتحان میں پورے اترے تو نہ صرف یہ کہ اعزہ
و اقارب دوبارہ مل گئے بلکہ مزید اکرام ہوا
وَوَهَبْنَا لَهٗ اَهْلَهٗ وَ — اور ہم نے ان کو اہل و عیال، اور
مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا — ان کے ساتھ انکے برابر اور بخشے (یہ)
وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ۔ — ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں
(ص ۴۳) — کے لئے نصیحت تھی۔
قرآن کا کہنا ہے کہ اس فانی دنیا کی کامیابی کو ہی اصل
کامیابی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ آخرت کی دائمی زندگی کے
مقابلے میں یہ زندگی محض ایک تماشہ ہے
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ — اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور
وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ — تماشہ ہے اور بہت اچھا گھر تو آخرت
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ — کا گھر ہے۔ (یعنی) ان کے لئے جو (خدا سے)
(انعام ۳۲) — ڈرتے ہیں۔
یہ دنیا کی زندگی محض ایک خواب ہے جس طرح نیند سے بیدار
ہونے کے بعد خوابوں کا محل چکنا چور ہو جاتا ہے اسی طرح آخرت
کی دنیا میں آنکھیں کھولنے کے بعد تمہارا کامیابی کا محل زمیں بوس
ہو چکا ہوگا۔ کیونکہ وہاں کامیابی کے پیمانے ہی کچھ اور ہیں۔

دورِ جدید میں کامیابی کا تصور اور عملی زندگی پر اس کے اثرات

اس دورِ جدید کو بھی جسے ترقی یافتہ اور روشن خیالی کا دور کہا جاتا ہے، کامیابی کے مندرجہ بالا تصور میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہوتی ہے۔ آج بھی اس شخص کو کامیاب سمجھا جاتا ہے جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو، آل و اولاد ہوں، معاشرہ میں اونچا مقام حاصل ہو، ہزاروں کا بینک بیلنس ہو، بہترین کاریں، اور عالیشان بلڈنگ ہو۔ خواہ اخلاق کے ترازو میں ان کا کوئی وزن نہ ہو۔ ایسے لوگوں کو صرف کامیاب ہی سمجھا جاتا ہے بلکہ انہیں کو راہِ راست پر بھی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ فلاح کا یہ تصور سراسر مادہ پرستی پر مبنی ہے جس کے نتائج بہت سنگین ہیں۔

۱۔ اگر فلاح کو اس محدود معنی میں لے لیا جائے اور اسی کو کامیابی یا ناکامی کا معیار قرار دے دیا جائے تو یہ ایک ایسی بنیادی غلطی ہوتی ہے جس سے نکلے بغیر ایک انسان عقیدہ و فکر اور اخلاق و سیرت میں راہِ راست پا ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ انسان دیکھتا ہے کہ دنیا میں بے شمار لوگ ہیں جو اچھے کام کرتے ہیں، معاشرے میں نیک نام ہیں، مگر انہیں اس معنی میں کامیابی حاصل نہیں، تو اس نقطۂ نظر کی رو سے اسے ناکام اور نامراد ماننا پڑے گا۔ بہت سے لوگ ہیں جو رات دن ظلم کرتے پھرتے ہیں، لوگوں کو مار دیتے ہیں اور معصوم بچوں کو قتل کر ڈالتے ہیں مگر مادی نقطۂ نظر سے انہیں فلاح حاصل ہوتی ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ لوگ ہی راہِ راست پر ہیں حالانکہ عقلِ عام Common sense بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتی۔

۲۔ اگر حصولِ دولت کو ہی کامیابی کی منزل مان لیا جائے تو زمین کا سارا امن و سکون غارت ہو جائے گا اور زمین ظلم و فساد سے بھر جائے گی کیونکہ انسان جائز و ناجائز طریقے سے دولت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے نزدیک صرف اپنا مفاد ہوگا خواہ دوسرے برباد ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

۳۔ انسان کسی بالاتر قوت کو اپنے اوپر حاکم تسلیم کرنے سے انکار کر دے گا مبادا وہ حصولِ دولت کی راہ میں مانع ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے نفس کا بندہ بن جائے گا۔ جس طرح اس کا دل چاہے گا دولت حاصل کرے گا۔ اس کے پیشِ نظر صرف اپنا محل تعمیر کرنا ہوگا خواہ وہ غریبوں کی لاشوں پر ہی کیوں نہ ہو۔

۴۔ وہ آخرت کا بھی انکار کر دے گا کیونکہ آخرت کا حساب حصولِ دولت کی راہ میں آڑے آئے گا۔ اور اگر تسلیم بھی کرے گا تو اسی صورت سے کہ ولئن رُدِدتُّ الیٰ ربی لاجدنّ خیراً منہا منقلباً۔ پھر انکارِ آخرت کے بعد گمراہی کا وہ طویل سلسلہ شروع ہوگا جس کا لازمی نتیجہ تباہی و ہلاکت ہے۔

۵۔ کامیابی کے اس نقطۂ نظر کو تسلیم کر لینے کے بعد اخلاق نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی۔ اگر پیاس سے کسی کی جان جا رہی ہو پھر بھی ایک مادہ پرست اس وقت تک اسے ایک گلاس پانی نہیں پلا سکتا جب تک اس کی قیمت وصول نہ کر لے کیونکہ اس کے نزدیک کامیابی یہی ہے۔

یہ سب مفروضات نہیں ہیں بلکہ سرمایہ دارانہ نظام میں عملاً ایسا ہو چکا ہے۔ جن لوگوں نے اس دور کا مطالعہ کیا ہوگا وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں گے۔ کارخانوں

ں عورتوں اور بچوں سے ۱۴، ۱۵، ۱۶ اور ۱۸ گھنٹے کام لیا جاتا اور انہیں برائے نام مزدوری دی جاتی تھی۔ پھر بقیہ ضروریات کی تکمیل کے لئے جب وہ قرض لیتے تو سود کے ذریعے وہ دی ہوئی مزدوری بھی چھین لی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ آدم اسمتھ نے جب معاشیات کو دولت کا علم (Science of wealth) قرار دیا تو ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس دور کے مشہور ادیبوں کارلائل، رسکن، ولیم موریس، ڈکنس وغیرہ نے اس پر سخت تنقید کی اور اس نئے علم کو غیر دلچسپ علم (Dismal Science)، عیش کوشی کا علم اور شکم پروری کا علم (Science of bread & butter) وغیرہ کے القاب سے نوازا۔ مارشل نے معاشیات کا ایک نیا نظریہ پیش کیا اور اس کو انسانی فلاح کا علم (Science of human welfare) کا نام دیا۔ اس نے معاشیات کی نئی تعریف پیش کی اور انسانی فلاح کو اس میں خصوصیت کے ساتھ شامل کیا:

"Economics is a study of mankind in the ordinary business of life. It examines that part of individual and social action wich is most closely connected with the attainment and with the use of material requisites of welbeing. Thus it is, on the one side, a study of wealth and on the other & more important side, a part of the study of man."[1]

(Marshall)

"معاشیات انسان کی معمولی کاروباری زندگی کا مطالعہ ہے۔ یہ علم انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اس حصہ کا مطالعہ کرتا ہے جو فلاح کے مادی ذرائع کے حصول اور ان کے استعمال سے قریبی تعلق رکھتا ہے۔ الغرض ایک طرف تو یہ دولت کا مطالعہ ہے اور دوسری طرف (اور یہ زیادہ اہم ہے) یہ انسان کے مطالعہ کا ایک جزو ہے۔"

اسلام میں کامیابی کا تصور

یہ تو تھا دورِ قدیم اور دورِ جدید میں کامیابی کا تصور اور اس کے برے نتائج کا ایک مختصر جائزہ۔ آئیے اب دیکھیں کہ قرآن کامیابی کا کیا تصور پیش کرتا ہے۔ میں یہاں صرف اس کے مثبت پہلو پر روشنی ڈالوں گا اور بتاؤں گا کہ کفار کے نظریہ سے ہٹ کر اسلام کس کو کامیاب اور کس کو ناکام قرار دیتا ہے۔ کفار کے تصورِ کامیابی پر بحث پیچھے گزر چکی ہے۔

فلاح کا مفہوم قرآن کی زبان میں

فلاح سے متعلق تمام آیتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد فلاح کا جو قرآنی تصور معلوم ہوتا ہے وہ مولانا مودودیؒ کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:

"اس سے مراد وہ پائیدار کامیابی ہے جو کسی خسران پر منتج ہونے والی نہ ہو، قطع نظر اس سے کہ دنیوی زندگی کے اس ابتدائی

---

[1] اصول معاشیات صفحہ ۳ - از عبدالعزیز منتظر

مرحلہ میں اس کے اندر کامیابی کا کوئی پہلو بھی پایا نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک داعیٔ ضلالت، دنیا میں مزے سے جئے، خوب پھلے پھولے اور اس کی گمراہی کو بڑا فروغ نصیب ہو مگر یہ قرآن کی اصطلاح میں فلاح نہیں خسران ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک داعیٔ حق سخت مصیبتوں سے دوچار ہو، شدتِ آلام سے نڈھال ہو، یا ظالموں کی دست درازیوں سے دوچار ہو کر دنیا سے جلدی رخصت ہو جائے اور کوئی اسے مان کر نہ دے، مگر یہ قرآن کی زبان میں خسران نہیں عین فلاح ہے۔[1]

یہ اقتباس قرآن کے تصور فلاح کی پوری وضاحت کر دیتا ہے اور اس سلسلے میں مزید کسی کلام کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ یہ تعریف تمام آیتوں کو مد نظر رکھ کر کی گئی ہے۔ آئیے اب دیکھیں کہ قرآن کی رو سے کس قسم کے لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حصول فلاح کے شرائط اور مطلوبہ صفات

سورہ عصر میں حصول فلاح کی شرائط کو یکجا بیان کر دیا گیا ہے اور پھر اس کی شرح پورے قرآن میں مختلف طریقوں سے بیان کر دی گئی ہے:

وَالْعَصْرِ ۙ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۙ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانے کی قسم، انسان درحقیقت خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

۱۔ ایمان:۔ سب سے پہلی چیز جو کامیابی کے حصول کے لیے لازمی ہے وہ ہے ایمان۔ اللہ پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، اور یوم آخرت پر۔ کیونکہ اسلام کی پوری عمارت انھیں بنیادوں پر استوار ہے چنانچہ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتوں میں بھی فرمایا گیا،

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

الم۔ یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ کلام خدا ہے) خدا سے ڈرنے والوں کی رہنما ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کتاب (اے محمدؐ) تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔

(البقرہ ۱-۵)

اس مضمون کی مزید تفصیلات، اعراف ۱۵۸، قصص ۹۶، حج ۷۷، لقمان ۴، ۵ میں مل سکتی ہیں۔

۲۔ اقامت صلوٰۃ و ایتائے زکوٰۃ:۔ ایمان لانے کے بعد اس کے ابتدائی تقاضوں ارکان پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے اور حصول فلاح کی یہ ایک لازمی شرط ہے۔ اس میں سب سے پہلی چیز نماز و زکوٰۃ

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (النور ۵۶)

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور پیغمبر خدا کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے

[1] تفہیم القرآن جلد ۲، سورہ یونس حاشیہ ۲۳

نیز ملاحظہ ہو بقرہ ۱۴۴، حج ۴۱، لقمان ۱۷۔

۳۔ اطاعت :- تیسری لازمی چیز خدا اور رسول کی کامل اطاعت ہے۔ حصول فلاح کے لیے لازم ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا زر خرید غلام بنا دے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ ۱۱۱)

(خدا نے مومنوں سے انکی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور اس کے بدلے انکے لئے بہشت تیار کی ہے۔)

نیز نور ۵۲، احزاب ۷۱ میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

۴۔ ہجرت اور جہاد :- سب سے زیادہ ضروری چیز تو ایمان ہے لیکن ایمان لانے کے نتیجے میں اگر شدائد و مصائب اتنے بڑھ جائیں کہ ایمان پر قائم رہنا مشکل ہو جائے تو قرآن پہلے ہجرت کا حکم دیتا ہے اور اگر اس کے بعد بھی مخالفین پیچھا نہیں چھوڑتے تو آخر میں چند شرائط کے ساتھ جہاد کا حکم دیتا ہے اور ایمان کی حفاظت کے لئے اسے کامیابی کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (توبہ ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور خدا کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے خدا کے ہاں انکے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

انفال ۷۴، آل عمران ۲۰۰، توبہ ۸۸، ۸۹ اور مائدہ ۳۵ میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

۵۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر :- قرآن ہر ایک سے خود اسلام کی پیروی کا مطالبہ کرتا ہے اور ساتھ ہی متبعین اسلام پر اس پیغام کو دوسروں تک پہونچانے کی ذمہ داری بھی عائد کرتا ہے اور اسے کامیابی کا ذریعہ قرار دیتا ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران ۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو کامیابی پانے والے ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو حج ۴۱، لقمان ۱۷

۶۔ عمل صالح :- قرآن اپنے متبعین کو بلند اخلاق و کردار کا حامل بنانا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ بار بار عمل صالح کی ترغیب دیتا ہے اور اسے کامیابی کا ذریعہ بتاتا ہے:

فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ (قصص ۶۷)

لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل نیک کئے تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں ہو۔

مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ (فاطر ۱۰)

جو شخص عزت کا طلبگار ہے تو عزت تو سب خدا ہی کی ہے۔ اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتے ہیں اور جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں انکے لئے سخت عذاب ہے اور انکا مکر نابود ہو جائے گا۔

نیز ملاحظہ ہو حج ۷۷، صف ۲ اور سورۂ والعصر۔

۷۔ حقوق العباد کی ادائیگی :- قرآن انسان کے اندر سے خود غرضی، نفرت اور بغض و حسد جیسی قبیح عادات کو نکال کر اخلاق حسنہ پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ اپنے متبعین کو حکم دیتا ہے کہ تمہارے اندر ایک دوسرے کے لئے جذبہ خیر ہونا چاہیئے اور ایک دوسرے کے تعاون کرنا چاہیئے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر تمہارے پاس فاضل دولت آگئی ہے تو یہ دوسروں کا حق ہے، اس کا حق ادا کرو۔ یہ تمہاری کامیابی کا ذریعہ ہے۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(روم ۳۸)

تو اہل قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو جو لوگ رضائے خدا کے طالب ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے اور یہی لوگ نجات حاصل کرنے والے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ۔

۸۔ تزکیۂ نفس اور تقویٰ :- قرآن اپنے ماننے والوں کو اعلیٰ اخلاق و کردار کا حامل بنانا چاہتا ہے اور ان کے اندر تقویٰ کی بہترین صفت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ تقویٰ اور تزکیۂ نفس ان کے فلاح کے ضامن ہیں :

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

(اعلیٰ ۱۴-۱۷)

بیشک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور پائندہ تر ہے۔

تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا، ابھارنا، نشوونما دینا جو شخص اپنے نفس کو فسق و فجور سے پاک کرکے اسے تقویٰ کی بلندی پر لے جائے اور اپنے اندر بھلائیوں کو فروغ دے، وہ فلاح پائے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(مائدہ ۳۵)

اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کے رستے میں جہاد کرتے رہو تاکہ رستگاری پاؤ۔

نیز ملاحظہ ہو آل عمران ۱۳۰، ۲۰۰، شمس ۱۰

یہ ہے اسلام کا نظریہ کامیابی و کامرانی، اس کے لازمی شرائط اور مطلوبہ صفات۔ کامیابی کے ان اصولوں کو تسلیم کرنے کے بعد انسان کو وہی امن و سکون نصیب ہوتا ہے جس کا وہ متلاشی ہے۔

اعتذار

چند اہم مجبوریوں کی وجہ سے جولائی کا شمارہ منظر عام پر نہ آسکا۔ اس کیلئے ادارہ معذرت خواہ ہے اور تلافی مافات کے پیش نظر اس شمارے میں آٹھ صفحے کا اضافہ کیا جارہا ہے انشاء اللہ بایں طور دو شمارے میں کمی پوری ہو جائے گی

(ادارہ)

سلطان احمد اصلاحی علی گڑھ

حقوق شہریت میں اسلامی مساوات کی ایک جھلک

(راقم الحروف کی مرتب کردہ کتاب "اسلام کا تصور مساوات" کا ایک حصہ)

اسلام نے جس طرح معاشرتی سطح پر ہر کلمہ گو کو یکساں مقام عطا کیا ہے، اسی طرح اس نے شہریت کے حقوق بھی اپنے ہر ماننے والے کو بلا لحاظ رنگ و نسل فراہم کیے ہیں۔ اور اس سلسلے میں کسی ذات برادری، قوم، قبیلے اور علاقائیت و وطنیت کی بنیاد پر کسی امتیاز کو روا نہیں رکھا ہے۔ ذیل میں ہم ان حقوق کو ایک ترتیب سے بیان کرتے ہیں:

۱۔ جان

انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کی جان ہے کہ کارگہ حیات میں انسان کی تمام تر سرگرمیاں اسی کی رہین منت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حقوق شہریت میں بھی اسے ہمیشہ سے سب پر تقدم حاصل رہا ہے۔ اسلام ہر انسان کی جان کو یکساں محترم قرار دیتا ہے اور کسی دوسرے انسان کے لئے اس پر دست درازی کو روا نہیں رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ۝ (اسراء ۳۳)

اور نہ مارو اس جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق پر۔ اور جو کوئی مارا جائے ظلم سے تو ہم نے اس کے وارث کو قصاص کا حق دیا ہے سو بس وہ خون پر ہاتھ نہ چھوڑے۔ بیشک اس کی مدد ہوتی ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۔ (مائدہ ۳۲)

اسی سبب سے ہم نے لکھا بنی اسرائیل پر کہ جس نے مارا کسی جان کو بغیر کسی جان کے بدلے یا ملک میں فساد کرنے پر تو گویا اس نے تمام انسانوں کو مار دیا اور جس نے ایک جان کو بچایا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو بچا رکھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے اندر بھی جان کی حرمت بیان کی ہے، اور کسی بھی متنفس کی جان کے ضیاع کو یکساں جرم قرار دیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا تعلق کسی قوم اور کسی قبیلے سے ہے۔ اور وہ کسی طبقۂ انسانیت سے تعلق رکھنے والا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکبر الکبائر الاشراک باللہ وقتل النفس وعقوق الوالدین وقول الزور [1]

سب سے بڑے گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو ساجھی ٹھہرانا، کسی جان کو مارنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بات کہنا یا جھوٹی گواہی دینا۔

اسی طرح وہ تین صورتیں جن میں ایک کلمہ گو کی جان کی حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ ایک ساتھ آپ نے کسی کی جان کو مارنا قرار دیا ہے بلا لحاظ اس کے کہ اس کا تعلق کس قوم اور کس قبیلے سے ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینہ التارک للجماعۃ [2]

کسی مسلمان کا خون جبکہ وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مباح نہیں ہے مگر صرف تین صورتوں میں، جان کے بدلے جان، شادی شدہ زنا کرنے والا اور اپنے دین سے علیحدگی اختیار کرنے والا، جماعت کو چھوڑنے والا۔

۲ - مال

مال کو انسانی زندگی میں جو اہمیت حاصل ہے اس سے ہر شخص واقف ہے کہ اس کے اوپر ہی دراصل انسانی زندگی کی بقا کا انحصار ہے۔ اسلام نے انسان کی جان کی طرح اس کے مال کی بھی حرمت قائم کی ہے اور کسی بھی شخص کے لئے دوسرے کے مال پر دست درازی کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ قرآن تاکید کرتا ہے:

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ○

اور نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک تاکہ کاٹ کر کھا جاؤ لوگوں کے مال میں سے گناہ سے، اور تمہیں (اس کی برائی) معلوم ہے۔

(بقرہ - ۱۸۸)

اسی طرح سورہ نساء میں ہے:

یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما ○ ومن یفعل ذلک عدوانا وظلما فسوف نصلیہ نارا وکان ذلک علی اللہ یسیرا

اے ایمان والو نہ کھاؤ ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق مگر یہ کہ سودا ہو آپس کی خوشی سے اور آپس کا خون نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے اور جو کوئی کرے گا ایسا تعدی یا ظلم سے تو ہم اسے ڈالیں گے آگ میں، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

(آیات ۲۹ - ۳۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث کے اندر مال کی بھی حرمت بیان کی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

الا لا تظلموا الا لا یحل — سنو! کسی پر ظلم نہ کرو اور

---

[1] بخاری جلد ۲ - کتاب الدیات - باب قول اللہ ومن احیاھا [2] بخاری ۲ - کتاب الدیات - باب اذا قتل بحجر او بعصا - مسلم جلد ۲ - کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات - باب ما یباح بہ دم المسلم - ترمذی ۲ ابواب الفتن - باب ماجاء لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث۔

مالُ امرءٍ الا بطیبِ نفسٍ منه ۔ [۱]

کسی شخص کا مال دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے مگر اس کی رضا مندی سے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:

لا یأخذنَّ احدکم عصا اخیه لاعباً جادّاً فمن اخذ عصا اخیه فلیردها علیه ۔ [۲]

تم میں کا کوئی اپنے بھائی کی چھڑی بھی نہ لے ہنسی کھیل میں (اس لیے) وہ اس کے پاس رہ جائے اور وہ بعد ہو دانستہ اس جرم کا مرتکب بن جائے پس جس کسی نے اپنے بھائی کی چھڑی لی ہو تو (فی الفور) اس کو لوٹا دے۔

۳- عزت و آبرو

عزت و آبرو کے تحفظ کو بھی اسلام نے ہر مسلمان کا بنیادی حق قرار دیا ہے اور کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دی ہے کہ وہ دوسرے کی عزت و آبرو سے کھیلے اور سماج میں اس کے وقار کو مجروح کرنے کی کوشش کرے۔ قرآن تاکید کرتا ہے:

یا ایها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منهم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیراً منهن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یأکل لحم اخیه میتاً فکرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رحیم (حجرات ۱۱-۱۲)

اے ایمان والو! کچھ لوگ ٹھٹھا نہ کریں دوسرے لوگوں کا۔ ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا۔ ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور ایک دوسرے کو عیب نہ دو۔ اور ایک دوسرے کے چڑانے کے نام نہ رکھو۔ برا نام ہے گنہگاری (فسق) ایمان کے بعد اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بچو بہت زیادہ گمان سے۔ بیشک بعضے گمان گناہ ہیں اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو اور ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو۔ کیا تم میں سے کسی کو بھلا لگتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے جو مردہ ہو۔ تم تو اس سے گھن کرتے ہو اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ناحق کسی مسلمان بھائی کی عزت و ناموس پر دست درازی کو بدترین قسم کی زیادتی قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

من اربی الربا الاستطالة فی عرض المسلم بغیر حق ۔ [۳]

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح - کتاب البیوع - باب الغصب والعاریہ - بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان والدارقطنی فی المجتبیٰ۔

[۲] ترمذی جلد ۲ - ابواب الفتن - باب ما جاء لا یحل لمسلم ان یروع مسلماً
ابوداؤد جلد ۲ - کتاب الادب - باب من یاخذ الشیء من مزاح

[۳] ابوداؤد جلد ۲ - کتاب الادب باب الغیبۃ

اور حسین قسم کی زیادتی کسی مسلمان بھائی کی عزت و ناموس پر ناحق ہاتھ ڈالنا ہے۔)

اس کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر یکجا طور پر تمام مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو حرام قرار دیا ہے۔ اور ہر مسلمان کو ان کا احترام کرنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ نے مکہ کی محترم سرزمین اور ذی الحجہ کے محترم مہینے کا حوالہ دے کر مسلمانوں سے عہد و پیمان لینے کے انداز میں فرمایا:

فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا [1]

اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے تمہارے لئے ایک دوسرے کے خون کو، ایک دوسرے کے مال کو اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو کو، مگر یہ کہ اس پر کوئی حق آتا ہو۔ جیسا کہ آج کا تمہارا یہ دن محترم ہے، اور تم لوگ اس شہر میں ہو اور اس محترم مہینے میں ہو۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں فرماتے ہیں:

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ وَعِرْضُهُ وَدَمُهُ حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ [2]

ہر مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی یہ چیزیں حرام ہیں۔ اس کا مال، اس کی عزت و آبرو اور اس کا خون۔ آدمی کے برا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر نظر سے دیکھے۔

یہ روایت ابو داؤد کی ہے۔ مسلم میں یہ روایت مزید تفصیل سے آئی ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ ہیں:

لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ۔ التَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيرُ إِلٰى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ وَدَمُهُ وَعِرْضُهُ [3]

ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، اور خرید و فروخت میں ایک دوسرے کے لئے دلالی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض اور دشمنی نہ کرو۔ ایک دوسرے سے بے رخی اختیار نہ کرو، اور بیع میں ایک دوسرے پر بیع بھاؤ نہ کرو بلکہ ہو جاؤ اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے مجبور کرتا ہے اور نہ اسے نیچی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کے دل میں خوف خدا ہے وہ ایسا نہیں کرتا اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے تین مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا آدمی کے برا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو

---

[1] بخاری جلد ۲۔ کتاب الحدود۔ باب ظہر المومن حمی الا فی حد او فی حق۔ مسلم جلد ۲۔ کتاب القصاص و الدیات۔ باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال۔ ترمذی جلد ۲۔ ابواب الفتن باب ما جاء فی تحریم الدماء والاموال۔ [2] ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب الادب۔ باب الغیبۃ [3] مسلم جلد ۲۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ۔۔۔۔ ترمذی جلد ۲۔ ابواب البر والصلۃ۔ باب ما جاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم۔

نبی کی نگاہ سے دیکھیے۔ ہر مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی ہر چیز حرام ہیں۔ اس کا مال اس کا خون اور اس کی عزت و آبرو۔

۴۔ عدل و انصاف

اس طرح عدل و انصاف کو بھی اسلام ہر انسان کا بنیادی حق تسلیم کرتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی ذات برادری یا کسی ملک و قوم سے ہو۔ اور کسی دوسرے شخص کے لئے اس کے اس حق کو سلب کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو تاکید کرتا ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ (مائدہ ۸)

اے ایمان والو کھڑے ہو اللہ کیلئے انصاف کی گواہی دینے والے بن کر۔ اور کسی قوم کی دشمنی اس کا باعث نہ ہو کہ تم انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کرو۔ یہی چیز تقویٰ سے میل کھاتی ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اسی طرح سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ (نساء ۵۸)

اللہ تم کو حکم کرتا ہے کہ امانتیں حوالہ کرو ان کو جو امانت والے ہیں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ کیا ہی بھلی ہے وہ نصیحت جو وہ تم کو کرتا ہے اور اللہ سنتا دیکھتا رہا ہے۔

اسی سورہ میں آگے چل کر مزید تاکید کی گئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا۔

اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے گواہی دو اگرچہ اس میں نقصان ہو اپنا یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا۔ کوئی جیسا بھی ہو مالدار یا محتاج اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ تو تم پیروی نہ کیا کرو دل کی خواہش کی ان کے درمیان انصاف کرو۔ اگر تم (بات کہنے میں) زبان دباؤ گے یا کچھ بچا کر لے جاؤ گے تو یاد رکھیں اللہ واقف ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

اسی طرح ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ،

أَتَدْرُونَ مَنِ السَّابِقُونَ إِلَىٰ ظِلِّ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ الَّذِينَ إِذَا أُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوهُ وَإِذَا سُئِلُوهُ بَذَلُوهُ وَحَكَمُوا لِلنَّاسِ كَحُكْمِهِمْ لِأَنْفُسِهِمْ[1]

تمہیں پتہ ہے کون لوگ ہوں گے سب سے پہلے اللہ کے سائے میں قیامت کے دن؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کہ جنہیں ان کا حق دیا جائے تو اسے قبول کر لیں اور جب ان سے اس کے استعمال کے لیے کہا جائے

---

[1] مسند احمد جلد ۶/ ۶۷ ....

تو اس میں وہ بیچ ڈکریں اور ان کے لئے فیصلہ کریں ویسے جیسا کہ خود اپنے معاملے میں فیصلہ کرنے والے ہوں۔

۵۔ آزادی کا تحفظ

اسی طرح آزادی کو بھی اسلام نے ہر انسان کے بنیادی حق کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ اور کسی شخص کو خواہ اس کا تعلق کسی قوم، قبیلے یا رنگ و نسل سے ہو، اس بات کی اجازت نہیں دی ہے کہ وہ دوسرے کو اس کی آزادی سے محروم کر سکے اگرچہ اس کا تعلق کسی نیچے خاندان یا بزعم خود کسی پچھڑی ہوئی قوم سے ہی کیوں نہ ہو۔ منو کا کہنا تو یہ ہے کہ،

"شودر کو اگر اس کا آقا آزاد کر دے تب بھی وہ آزاد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حالت اس کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے اس سے کون اس کو نکال سکتا ہے" (۸ : ۴۱۴)

لیکن اسلام کے نزدیک آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کے اس حق کو سلب کر سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی میں ایسا کرنے والے کو اللہ کی سخت ناراضگی کا مستحق گردانا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ ثلاثۃ انا خصمہم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرا فاکل ثمنہ ورجل استأجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعطہ اجرہ۔ ؎۱

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین طرح کے لوگ ہیں جن کے خلاف میں قیامت کے دن مدعی بن کر کھڑا ہوں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر زبان دی اور پھر مکر گیا۔ دوسرے وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچا اور اس کی قیمت کھا گیا اور تیسرے وہ شخص جس نے کسی آدمی کو مزدوری پر رکھا اور اس سے پورا کام لیا لیکن اس کو اس کی مزدوری نہ دی۔

کسی آزاد انسان کو بیچ کر اسے غلامی کی زندگی بسر کرنے کے لئے مجبور کر دینا ظلم و نا انصافی کی انتہائی صورت ہے جو آج کے ترقی یافتہ دور میں بالکل مفقود تو نہیں ؎۲ تاہم اس کا وجود بہت شاذ و نادر ہے۔ لیکن آج بھی کمزور طبقات پر ظلم و نا انصافی کی ایسی بہت سی صورتیں موجود ہیں۔ جنہیں اگرچہ اصطلاحاً غلامی (SLAVERY) کا نام نہ دیا جاسکے

؎۱ بخاری جلد اول کتاب البیوع۔ باب اثم من باع حراً۔ ابن ماجہ۔ ابواب الرہون۔ باب اجر الاجراء۔

؎۲ معاصر انڈین ایکسپریس دہلی کی اطلاع ہے کہ سسرا [illegible] کی سولہ افراد پر مشتمل ایک جماعت کو سوہیت (ہریانہ) کے ایک بھٹہ مالک نے کئی سال تک اپنا غلام بنائے رکھنے کے بعد انہیں ڈھائی ہزار میں پانی پت کے ایک بھٹے والے کو بیچ دیا۔ اور اس تحریر کے لکھے جانے کے چند ہفتہ پہلے کی بات ہے کہ اس نے سکھا کے ایک ایسے ہی شخص کو سات سات ہزار میں فروخت کر دیا۔ اور سسرا کے انہیں مزدوروں کی اطلاع ہے کہ اس طرح کے تقریباً دس ہزار خاندان ہیں جن کا تعلق راجستھان سے ہے جو پنجاب اور ہریانہ میں بھٹے والوں کے یہاں اسی طرح ایک دوسرے کے ہاتھوں بک رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو اخبار مذکور کا اداریہ: RAMPANT SLAVERY مورخہ ۱۲ اگست

لیکن معنوی طور پر ان میں اور غلامی میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا ہے۔ جس کی اچھی مثال ہندوستان میں بندھوا مزدوری ("BOND-ED LABOUR") کی لعنت ہے جس میں انسان ایک شخص یا خاندان کی ایسی بندھی مزدوری کے لئے مجبور ہوتا ہے کہ اس ایک آستانے کو چھوڑ کر اسے دوسری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں ہوتی ہے۔ اور آدمی عملاً ایک خاندان کا غلام ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگرچہ ہندو قانون کے مستند ترین مجموعے منوسمرتی کی تعلیم بھی کچھ اسی طرح کی ہے کہ:

"شودر ذات کا ہر آدمی خواہ خریدہ ہو یا نا خریدہ، اسے برہمن اپنی خدمت پر مجبور کر سکتا ہے کیونکہ اس کو خدا الا وجود نے برہمن کی غلامی کے لئے پیدا کیا ہے۔"[۱] (۸، ۴۱۳)

لیکن اسلام کی نظر میں ظلم و ناانصافی کی پہلی صورت کی طرح اس کی ان صورتوں کے لئے بھی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ اسلام کے نزدیک کوئی شخص کسی کو اس کی مرضی کے علی الرغم کسی خدمت کے لئے مجبور نہیں کر سکتا ہے۔ چنانچہ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (آیت - ۳۳)

اور مجبور نہ کرو اپنی لونڈیوں کو بدکاری کیلیے اگر وہ (عفت) حصار میں رہنا چاہیں تاکہ تم کماؤ اسباب دنیا کی زندگی کا اور جو کوئی انکو مجبور کرے تو اللہ انکی بے بسی کے بعد بخشنے والا مہربان کرنے والا ہے۔

عرب جاہلیت میں رواج تھا کہ لوگ اپنی باندیوں سے زبردستی پیشہ کرا کے کی خدمت لیتے تھے۔ اور اس چیز کو مستقل آمدنی کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے۔ آیت مذکورہ میں 'فتیات' سے مراد یہی باندیاں ہیں۔ اور یہ آیت شریفہ اسی لعنت کو ختم کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان جب اپنے زر خرید غلام کو بھی اس کی مرضی کے خلاف کسی خدمت کے لئے مجبور نہیں کر سکتا تو کسی آزاد انسان سے اسے اس طور زبردستی کا حق کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اسلام کسی انسان کو اس بات کا حق عطا نہیں کرتا کہ وہ کسی شخص کو زبردستی اپنے پاس روک کے رکھے شوہر و بیوی کے تعلقات کتنے گہرے ہوتے ہیں اور سماجی اور معاشی سطح پر یہ رشتہ کتنے گہرے جذباتوں سے بندھا ہوتا ہے لیکن اسلام شوہر کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہے کہ وہ بیوی کو اپنے پاس زبردستی روکے رکھے۔ قرآن کا صاف حکم ہے:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو ان کو رکھ لو بھلے طریقے سے یا انکو رخصت کر دو بھلے طریقے سے اور انکو روکے نہ رکھو ستانے کیلیے تاکہ ان پر زیادتی کرو۔ اور جو کوئی ایسا کریگا تو اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور اللہ کے احکام کو ہنسی کی چیز نہ بناؤ اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کے احسان کو۔ اور اسکو جو اس نے

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون 'جبری مزدوری اور اسلام' مطبوعہ ماہنامہ زندگی رامپور دسمبر ۱۹۸۲ء
[۲] ملاحظہ ہو الکشاف للزمخشری جلد ۲ / ۹۵۳

تحریم شیرہ

اتاری ہے تم پر کتاب اور حکمت تم کو سمجھانے کے لئے۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو اللہ ہر چیز جانتا ہے۔ (البقرہ — ۲۳۱)

اسلام کے نزدیک جس طرح کسی شخص کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے شخص کو اپنے پاس زبردستی روک سکے اسی طرح وہ کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ دوسرے شخص کو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے سے باز رکھ سکے۔ اور تو اور طلاق کے بعد بیوی کے تعلق سے شوہر کو بھی وہ یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں ہے کہ وہ اسے آزادانہ اپنی پسند سے شادی کرنے سے روک سکے چنانچہ اس کے متصلاً بعد ہی ارشاد ہوتا ہے :

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ٥ (ایضاً ۲۳۲)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو کہ نکاح کر لیں اپنے خاوندوں سے جب وہ آپس میں راضی ہو جائیں دستور کے موافق، یہ نصیحت کی جاتی ہے اس کو جو تم میں سے یقین رکھتا ہے اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔ اس میں تمہارے لئے سنوار زیادہ ہے اور پاکیزگی۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ظاہر بات ہے کہ جب اسلام دو ایسے آدمیوں کی نسبت سے جو ایک طویل عرصہ تک رشتہ ازدواج میں منسلک رہے ہوں اور ان کے درمیان تعلقات کا ایک طویل سلسلہ اور رشتہ و نسبت کے تہ در تہ عوامل کار فرما ہوں۔ جب اسلام دو ایسے افراد کی نسبت سے اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک شخص دوسرے کو زبردستی اپنے پاس روک سکے یا اسے زبردستی اپنی مرضی کے خلاف کام کرنے سے باز رکھ سکے تو عام ابنائے انسانیت کے تعلق سے وہ یہی چیز کیونکر انگیز کر سکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ ص — کا (اسلامی تہذیب اور مجسمہ سازی)
ولم یمتنع ولا لمسلمون لذلک وترکوھا علی حالھا[2] (اور اس

سے انہوں نے تعرض کیا اور نہ مسلمانوں نے اور علی حالہ قائم رہنے دیا)

یہی واقعہ مولانا شبلیؒ جیسے دانشور بزرگ کے لیے وجہ اشتباہ بنا ہے[3] مگر اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ایوان کسریٰ میں دخول کے وقت ان مجسموں سے تعرض نہ کیا گیا۔ نہ یہ کہ مستقلاً وہ ویسے علی حالہ باقی رہے اور مسلمانوں نے اس ایوان کو اسی حالت میں مسجد بنائے رکھا۔ ایک مسلمان جب فاتحانہ کسی عمارت یا محل میں داخل ہوتا ہے تو اس کو اس کے غیر شرعی تصاویر سے دلچسپی بعد میں ہوتی ہے اور اپنی فاتحانہ عظمت کا احساس پہلے ہوتا ہے۔ قرین قیاس ہے یہ بات کہ حضرت سعد نے پہلے سجدہ شکر ادا کیا اور پھر وہاں کے تمدنی اسراف پر نظر تنقید ڈالی ہو۔ یہ مثال محمود غزنوی کے واقعہ سے قطعی مختلف ہے۔ وہاں فاتح کسی ایوان حکومت میں نہیں بت پرستی کے سب سے بڑے معبد (سومناتھ کے مندر) میں داخل ہوتا ہے وہاں ایک مسلمان کی پہلی نگاہ ظاہر ہے کہ ان بتوں کی جانب جن کا توڑنا ہی سنت براہیمی ہے۔

---

[2] تاریخ الطبری ج ۴ ص ۱۷۴   [3] ملاحظہ ہو الفاروق حصہ اول ص ۱۹۰

اسلامی تہذیب اور مجسمہ سازی

مسعود عالم القاسمی
ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

زمانہ قدیم میں بت گری، پیر پرستی، صلحا، پیشواؤں اور قومی لیڈروں کے مر جانے کے بعد قوم کی طرف سے ان کی تعظیم و تکریم کا حد سے بڑھا ہوا جذبہ ان کی یادگار بنانے حفاظت کرنے اور یاد منانے پر آمادہ کرتا تھا۔ اس بھولے بھالے جذبہ کے ساتھ (جو اپنی ابتدا میں انتہائی سادہ اور مطلق ہوتا تھا) کچھ تصورات و خیالات اور کچھ رسوم و آداب کی حاشیہ آرائی ہوئی پھر یہی باقاعدہ ایک نظام عبادت کی شکل اختیار کر گیا۔ انہی بہکے ہوئے جذبات محبت نے اکابر کی تصویریں بنوائیں، مجسمے ترشوائے بالآخر یہی مجسمے خدا بن بیٹھے۔ ایران میں آتش پرستی، ہندوستان اور یونان میں اوثان پرستی چین و جاپان میں مظاہر پرستی کی ساری شکلیں انہی مجسموں سے وجود میں آئی تھیں۔ قرآن کریم میں جن قوموں کی بت پرستی پر حجت قائم کی گئی ہے آپ ان کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے، معلوم ہوگا کہ یہ اوثان ان قوموں میں صالح یا سربر آوردہ لوگ تھے جن کی تصویریں بنا کر ان کی قوموں نے پوجنا شروع کر دیا اور جب ان کو توحید کی طرف بلایا گیا تو یہ اوثان ان کے لئے زنجیر پا ثابت ہوئے۔

یونان جو مجسمہ سازی کا ابتدا ہی سے سب سے بڑا مرکز تھا اور جہاں اس فن کو عروج نے عظمت اور تقدس نصیب ہوا اس کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل یونان اپنے اوہام و عقائد اور دیو مالائی تخیلات کی تسکین کے لئے مجسمے تراشتے تھے اور ان کے مناسب حال قصے کہانیاں گھڑ کر ان کی جانب منسوب کر دیتے تھے۔ کوہ اولمپس (جو ایسے دیوتاؤں کا "مسکن کبریائی" تھا) کے متعلق تاریخ کی کتابوں میں جتنے واقعات ملتے ہیں وہ پہلے اس دعوے کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔ پھر یہ کہ یونان کے جتنے مشہور مجسمے پائے گئے ہیں وہ جنسیت اور عریانیت کا کامل نمونہ ہیں۔ چونکہ یہ مجسمے عموماً خدائی دیوی دیوتاؤں کے ہوتے تھے اس لئے ہم بجا طور پر اس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ یہ مجسمے مذہب اور تہذیب دونوں کی عریانیت کا مظہر ہوتے تھے۔ چنانچہ وینس (ایک مشہور دیوی جو حسن و عشق کے لئے ضرب المثل ہے) کی مجسمہ سازی میں بے شمار مصوروں نے اپنی فنکارانہ صلاحیت کا مظاہرہ کیا ہے، اسی لئے اس کے مجسمے بھی بکثرت ملتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہمیشہ اس کو برہنہ ہی بنایا جاتا رہا ہے۔ (دیکھو تمدن عرب۔ لی بان)

مغرب نے جب یونان کے کھنڈرات پر اپنے تہذیب و تمدن کی عمارت اٹھائی تو مجسمہ سازی اس کے لئے ایک لازمی ورثہ تھا جس کو انہوں نے جوں کا توں اختیار کر لیا۔ ہاں شبہ

مغرب نے اس کو بحیثیت فن کے ترقی دے کر بہت آگے پہنچایا
مگر جس فن کا جو مزاج ہوتا ہے وہ تمام اندرونی تغیرات کے
باوجود کسی نہ کسی درجے میں اور کسی نہ کسی صورت میں ضرور موجود
ہوتا ہے۔ چنانچہ یونانی مجسمے جو مذہبی تصورات اور عریانیت
کا نمونہ تھا وہ مغرب میں ترقی یافتہ شکل میں آج بھی موجود ہے۔
مغرب میں مجسمہ سازی کو جو ترقی ہوئی اس کے دو ادوار
متعین کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) پہلا دور نشاۃ ثانیہ (Renaissance)
سے پہلے کا، اور دوسرا نشاۃ ثانیہ کے بعد کا۔ نشاۃ ثانیہ
سے پہلے مجسمہ سازی کا جو منظر اور پس منظر تھا وہ مذہبی روایات
سے عملی وحدت کا تعلق رکھتا تھا، ابھی جس کی طرف ہم
نے اشارہ کیا ہے مگر نشاۃ ثانیہ کے بعد مغرب میں ایک
نیا تصور ابھرا جس کو (Humanism) کا نام دیا گیا
اس نظریہ کی رو سے "انسان" تمام جاندار و بے جان اشیاء
کے مابین مرکز و محور کی حیثیت رکھتا تھا، اور دوسری تمام
چیزیں اس کے ارد گرد گردش کرتی نظر آتی تھیں۔ اس سے
وہ انسان نہ سمجھے جو اپنا ایک روحانی اور اخلاقی وجود رکھتا
ہے جس کو خالق کون نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور زمین
کی خلافت اس کے سپرد کی ہے بلکہ اس سے مراد دوسرے جانوروں
کی طرح صرف اور صرف گوشت پوست اور جسم و ڈھانچہ کا
چلتا پھرتا، عقلمند، عیار اور چالاک جانور ہے۔ یونانی
مجسمہ سازی کے مزاج کی پہلی علامت "مخلوق پرستی" کی یہ
ترقی یافتہ شکل جو ہیومنزم کے نام سے معروف ہے، بلکہ دراصل مجسمہ
سازی کے خط و خال متعین کرنے کا موجب تھی۔ چنانچہ
نشاۃ ثانیہ کے بعد کے مجسمہ ساز انسانی جسم کو بحیثیت
آرٹ کے دیکھنے کے عادی ہو گئے۔ ان کو انسانی جسم

کا ایک ایک عضو مجسمہ سازی کے لیے بہترین موضوع نظر آیا۔ یہی
وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے مجسموں میں بیجا ابھار دینے کی
کوشش کی کہ انسان کو بحیثیت ایک جسم، شکل و صورت
اور متناسب اعضاء کے دیکھنا چاہیے، نہ کہ روحانی اور ایک
ناقابل فہم "ہستی" کا پرتو ہونے کی حیثیت سے۔ انسان پرستی
(Humanism) کے اس نظریے نے ان کی جمالیاتی
ذوق میں جتنے مجسمے ترشوائے وہ سب برہنہ مگر جاذب نظر
تھے۔ یہاں آپ یونانی مجسمہ سازی کے مزاج کی دوسری علامت
"عریانیت" کا ثبوت تلاش کر سکتے ہیں۔ نشاۃ ثانیہ کے بعد
مجسمہ سازی میں سب سے بڑی شہرت اٹلی کو حاصل ہوئی۔
تفصیل میں نہ جاتے ہوئے دو ایک مجسمہ ساز اور ان کے
کارناموں کا تذکرہ گلگشت زعفران کی سیر کا لطف پیدا کرے گا
اٹلی کے مشہور ترین مجسمہ ساز (Antonio , Rizzo)
نے حضرت حوا علیہا السلام کا مجسمہ بنایا اس میں اس نے براہ راست
نسوانی حسن کی ظاہری کشش کو نمایاں کرنے کی کوشش
کی۔ تاہم اٹلی کی مجسمہ سازی کو سب سے بڑی کامیابی سولہویں
صدی عیسوی میں مائیکل انجیلو (Michaelangelo)
کے کام سے حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس مشہور سنگ تراش
کا کام تعمیری گلکاریوں کے اندر مسیحی تصورات کی نمائندگی
سے متعلق تھا تاہم وہاں بھی یہ دکھتا ہے کہ وہ اپنے خیالات
کو پتھر و مجسمے کے ذریعہ انسانی صورت کی کوشش کر رہا ہے۔
اس کی مثال اس کے دو مختلف طرز کے (Pieta)
کے مجسمے ہیں۔ پہلے مجسمہ میں وہ ایک سوتے ہوئے قیدی
کا برہنہ نقشہ اتارنے میں شاندار کامیابی حاصل کرتا ہے۔
جس میں سر صورت ہاتھ، پاؤں، ناک اور کان بلکہ دوسرے نازک
اور پوشیدہ مقامات کی بھی بڑی باریکی سے عکاسی کی گئی ہے۔

...مجسمہ ہر دور کی مجسمہ سازی کے لیے معیار اور آئیڈیل
...ت رہی ہیں Venus کا مجسمہ ہے[1]

عریانیت کا مظاہرہ کرنے والے ننگے مجسموں کو جو اپنے
...نے فنون میں تہذیب میں معیار ترقی قرار پائیں آپ اس کی
...نعت اور "ترقی" کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔ مجسمہ سازی
کے اس جنون تحرق کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کر مغربی تہذیب نے
...سانی مجد و شرافت، انسانی اخلاق و کردار اور انسانی
...قدر اور روایات کے آبگینے پاش پاش کر دیئے، اور تہذیب
و ثقافت کے رخ زیبا کو مسخ کر دیا۔ علامہ مارماڈیوک
پکتھال بجائے خود مغرب کے محرم راز تھے ایک جگہ مغربی آرٹ
کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ میں سے بعض حضرات کو یقیناً یہ بات یاد ہوگی کہ آج
سے چند سال پیشتر انگلستان کے اخباروں میں یہ اپیل نکلی تھی
کہ اگر کوئی نہایت حسین مشہور اور نایاب یونانی مجسمہ
کسی کمرہ میں ایک زندہ بچے کے ساتھ موجود ہو اور اس کمرہ
میں آگ لگ جائے مگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو بچایا
جا سکتا ہو، تو کس کو بچانا چاہیئے؟

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بہت سے مشہور اور قابل حضرات
نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ مجسمہ کو بچا لینا چاہیئے اور بچہ کو اس
کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ دلیل یہ تھی کہ بچے تو لاکھوں کی
تعداد میں آئے دن پیدا ہوتے رہتے ہیں مگر قدیم یونانی
آرٹ کا ایسا نمونہ دوبارہ نہیں حاصل کیا جا سکتا" یہ بت
پرستی کی ترقی یافتہ اور تازہ ترین صورت ہے۔[2]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مجسمہ سازی سے دیوتاؤں کے عقائد
و اوہام اور اوثان پرستی زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔
اور اب یہ فن برائے فن ہے وہ لوگ انتہائی سادہ لوح ہیں
ممکن ہے عقائد و اوہام اور اوثان پرستی جیسے الفاظ آج کے
"روشن خیالوں" کے لیے وجہ پریشانی ہوں مگر یہ شواہد بتاتے
ہیں کہ عصر حاضر کس طرح اصنام پرستی کی لعنت میں گرفتار ہے۔

اسلام میں مجسمہ سازی کا حکم

مجسمہ اور مجسمہ سازی کے سلسلہ میں اسلام
کے احکام صاف اور واضح ہیں۔ ان میں ذرا بھی لاگ لپیٹ نہیں۔
اسلام قطعی طور پر مجسمہ سازی کو حرام کہتا ہے اور مجسمہ کو توڑنے
کا حکم دیتا ہے وہ کسی ایسے فن کو ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں برداشت
کر سکتا جو بت پرستی، عریانیت، اور انسانیت دشمنی سے مرکب
ہو۔ اسی لئے وہ اپنے پیروں کو بت فروشی تک سے منع کرتا ہے
اور یہ کوئی آخری شریعت ہی کا حکم نہیں بلکہ اس سے پہلے توریت
و انجیل میں بھی مجسمہ سازی کو حرام قرار دیا جا چکا ہے۔ بنی اسرائیل
کو جو ہدایات دی گئی تھیں ان میں صراحتاً موجود ہے،

"ایسا نہ ہو کہ تم بگڑ کر کسی شکل یا صورت کی کھودی ہوئی مورت
اپنے لئے بنا لو جس کی شبیہ کسی مرد یا عورت یا زمین کے کسی حیوان
یا ہوا میں اڑنے والے کسی پرندے، یا زمین پر رینگنے والے
جاندار، یا مچھلی سے جو زمین کے نیچے پانی میں رہتی ہیں ملتی ہو۔"[3]

"لعنت اس آدمی پر جو کاریگروں کی صنعت کی طرح کھودی
ہوئی یا ڈھالی ہوئی مورت بنا کر جو خداوند کے نزدیک مکروہ
ہے اس کو کسی پوشیدہ جگہ میں نصب کرے۔"[4]

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو Occidental civilization - P 34 - By G.S. Ghurye
[2] The cultural side of Islam - P 3,4 - By M.M. Pickthall
[3] عہد نامہ عتیق۔ استثنا باب چہارم آیات ۱۶-۱۸۔ [4] استثنا باب ۲۷ آیت ۱۵۔

"تم اپنے لئے بت مت بنانا اور نہ تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لئے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو"۱

تقریباً یہی احکامات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عطا فرمائے:

(۱) ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم احیوا ما خلقتم (بخاری و مسلم)

جو لوگ اس قسم کی تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا اور ان سے کہا جائیگا کہ تم اپنی تخلیق میں جان ڈالو

(۲) ان الملائکة لا تدخل بیتا فیه تماثیل۔ (بخاری و مسلم)

جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے۔

(۳) عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی جنازة فقال ایکم ینطلق الی المدینة فلا یدع بها وثنا الا کسره ولا قبرا الا سواه ولا صورة الا لطخها فقال رجل انا یا رسول اللہ فانطلق فهاب اهل المدینة فرجع فقال علی انا انطلق یا رسول اللہ قال فانطلق فانطلق ثم رجع فقال یا رسول اللہ لم ادع بها وثنا الا کسرته ولا قبرا الا سویته ولا صورة الا لطختها ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من عاد لصنعة شیء من هذا فقد کفر بما انزل علی محمد۔ (مسلم کتاب الجنائز)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کون مدینے جائے گا اور ایسا ہے کہ وہ سامنے جو بت ہوں ان کو توڑ ڈالے اور ساری قبریں برابر کردے اور ساری تصویریں کو مسخ کردے۔ ایک صاحب نے کہا میں اللہ کے رسول! چنانچہ وہ گئے مگر مدینے والوں سے ڈر گئے تو وہ واپس آگئے تب حضرت علیؓ نے کہا میں جاؤں گا اللہ کے رسول! آپ نے ان کو اجازت دی چنانچہ وہ گئے اور واپس آکر اطلاع دی کہ میں نے سارے بتوں کو توڑ ڈالا، ساری قبریں برابر کردیں اور ساری تصویریں مسخ کردیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اب اگر دوبارہ کوئی ان چیزوں کو بنائیگا تو وہ اس کا منکر ہے جو محمد پر نازل ہوا۔

یہ اور ان جیسے اور احکامات ہیں جو مجسموں کی حرمت میں شدت پیدا کر دیتے ہیں۔ بظاہر اسلام کے یہ احکام بہت سخت ہیں لیکن یہ سختی ایک ایسی تہذیب کے لئے انتہائی ناگزیر ہے جو اساس توحید پر قائم ہو اور انسانی اقدار کی محافظ و امین ہو جبکہ یہ فن اوثان پرستی کا ایک ذریعہ ہے۔ اور اسلام کا اصول یہ ہے کہ وہ منکر پر براہ راست پابندی عائد کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ذرائع بھی مسدود کر دیتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس کو "سد باب ذریعہ" کہا جاتا ہے۔۲

مجسمہ سازی کی تحریم کی حکمت پہ کلام کرتے ہوئے قطر کے مشہور عالم ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

"بت پرستی کے شر سے عقیدہ توحید کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں اسلام انتہائی حساس واقع ہوا ہے اور اس کا یہ احتیاط اور احساس برحق ہے کیونکہ دوسری قوموں نے اپنے اسلاف اور بزرگوں کی تصویریں بطور یادگار بنالیں پھر ایک مدت بیت جانے پر ان کو مقدس قرار دینے لگے تا آنکہ خدا کو چھوڑ کر ان کو ہی معبود بنا لیا گیا، ان سے ڈرا جانے لگا، امیدیں وابستہ کی جانے لگیں اور حصول برکت کی دعا مانگی جانے لگی۔ چنانچہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر کے لوگوں کا معاملہ ایسا ہی تھا۔ ایک ایسا دین جو ذرائع فساد

۱ احبار، باب ۲۶، آیت ۱

۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علامہ ابن قیم کی کتاب "سد باب ذریعہ"

...و کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ تعجب نہیں کہ پیرا اس ...زن کو منہدم کرے جس کے ذریعہ عقل و دل میں شرک جگہ پا ...رک فکری رس رس کر آجاتی ہو یا بت پرستی یا غلو فی الدین" کرنے والوں کی مشابہت ہوتی ہو۔ یہ سختی اس لئے برحق ہے کہ اس کی شریعت کسی مخصوص عہد کے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ ہر عہد کے لوگوں کے لئے ہے خواہ وہ کسی بھی خطہ ارضی میں بستے ہوں۔"[1]

دفع شبہات

اکثر و بیشتر حضرات جب قرآن حکیم کی سورہ سبا کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس آیت پر رک جاتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بڑی بڑی دیگیں اور مجسمے بنایا کرتے تھے۔

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ۔ (سبا-۱۳)

وہ اس کے لئے بناتے جو کچھ وہ چاہتا۔ اونچی عمارتیں، تصویریں (مجسمے) بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔

اور ان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ جب مجسمہ سازی حرام ہے تو پھر سلیمان علیہ السلام کے لئے جو خود بھی نبی تھے کیونکر جنات مجسمے بناتے تھے؟ مفسرین نے اس آیت کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ زمخشری نے بڑی عجیب و غریب بات لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انبیاء، فرشتے اور صالحین کی تصویریں مسجدوں میں تانبا، پیتل، سیسہ، اور سنگ مرمر سے بنائی جاتی تھیں تاکہ انہیں لوگ دیکھیں اور انہیں کی طرح عبادت کریں اور اس شریعت میں تصویر رکھنا جائز تھا۔[2]

مگر یہ اس بنا پر درست نہیں معلوم ہوتی کہ سلیمان علیہ السلام شریعت موسوی کے پیرو تھے اور ابھی ہم عہد نامہ عتیق کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں کہ وہاں بھی یہ مطلق حرام ہے۔ علامہ آلوسی نے ایک توجیہ بحث کے آخر میں نقل کی ہے۔

كانت التماثيل صور شجر او حيوانات محذوفة الرأس مما يجوز في شرعنا۔[3]

وہ درخت اور ایسے حیوانات کی تصویریں تھیں جن کے سر کٹے ہوئے تھے اور جو ہماری شریعت میں بھی جائز ہے۔

یہی رائے درست اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے دوسری وہ تمام روایات جن میں واقعات گھڑے اور غرائب بیان کئے گئے ہیں ہمارے نزدیک محض خرافات ہیں۔

ایک اور شبہ کا ازالہ

ایک اور بڑا شبہ حضرت ابن ابی وقاص کے اس عمل سے ہوتا ہے جو انہوں نے ایوان کسریٰ میں مجسم تصویروں کے معاملے میں کیا تھا۔ یعنی یہ کہ آپ نے ایوان کسریٰ میں نماز پڑھی اور وہاں جتنی مجسم تصویریں تھیں سب کو برقرار رہنے دیا اور ان سے تعرض نہ کیا۔ یہ واقعہ تاریخ کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے:

واتخذ سعد الايوان مصلى ولم يغير ما فيه من التماثيل۔[4]

حضرت سعدؓ نے ایوان کسریٰ کو مسجد بنایا اور اس کی تصویروں سے کوئی تعرض نہ کیا۔

یہی واقعہ طبری میں محمد، مہلب، طلحہ، عمرو، ابو عمرو اور سعید کے حوالے سے اس طرح آیا ہے:

انتهى الى ايوان كسرى ... وصلى فيه صلاة الفتح ولا تصلى جماعة فصلى ثماني ركعات لا يفصل بينهن واتخذه مسجدا وفيه تماثيل الجص رجال وخيل

سعدؓ ایوان کسریٰ پہنچے اور اس میں نماز فتح پڑھی مگر جماعت نہ کی۔ آٹھ رکعات بغیر فصل کے ادا کی اور اس کو مسجد بنایا حالانکہ اس میں انسان اور گھوڑے کی مجسم تصویریں تھیں جو [illegible]

۱ الحلال والحرام فی الاسلام صفحہ ۹۱-۹۳ ۲ الکشاف فی تفسیر آیہ تماثیل ۳ روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۹ ۴ الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۵۱۲

حافظ نعیم الدین اصلاحی
استاذ جامعۃ الفلاح

نوجوان ملک و ملت کا عظیم سرمایہ ہیں

قوموں کی زندگی کی تعمیر و ترقی کی راہ میں آلات و اسلحہ، ذرائع و وسائل، آب و ہوا، سماج و معاشرہ اور زرعی و صنعتی پیداوار کو اہمیت حاصل ہے لیکن ان کی قوت کا اصل سرمایہ ملت کا گرم خون ہوتا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی دولت نوجوان نسل ہے۔ اگر یہ طاقت معیار مطلوب پر قائم ہے اور صحیح طریقے پر استعمال ہو رہی ہے تو پھر اس طاقت کے اندر سے دو چند کی طاقت اور آلات و اسلحہ کی طاقت کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی مادی طاقتیں رو نما ہونے لگتی ہیں اور ان میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نوجوان کی قوت بازو تاریخ میں قوموں کا اصل سرمایہ ہے۔

تاریخ اور نوجوان

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ جب بھی دنیا میں کوئی انقلاب آیا خواہ وہ انقلاب مادی ہو یا روحانی، تعمیری یا تخریبی وہ نوجوانوں ہی کی کوششوں کا رہین منت رہا ہے۔

دنیا کا کوئی نظریہ و فلسفہ چاہے وہ کتنا ہی پاکیزہ، مقدس اور تمام ہی انسانوں کے لیے نفع بخش کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کی پشت پر نوجوانوں کی طاقت نہیں ہے تو پھر ایسا نظریہ اپنی عظمت اور تقدس کے باوجود دنیا کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے ہر قسم کے اصول و نظریات کی توسیع و اشاعت کی راہ میں طاقت ایک کلیدی رول ادا کرتی ہے اور پورے انسانی معاشرہ میں سب سے زیادہ طاقتور، فعال اور متحرک عنصر نوجوان ہی ہوتے ہیں کیونکہ اس طبقے میں کام کرنے کا ولولہ اور انقلاب لانے کی امنگ ہوتی ہے۔ یہ عزم جواں اور ہمت بلند رکھتے ہیں ان کی رگوں میں گرم خون بہتا ہے، وہ مصلحت پرستی کی بیماری سے پاک ہوتے ہیں اور ان کے دست و بازو میں وہ انوکھی قوت ہوتی ہے جو انھیں پہاڑوں سے ٹکرانے، حالات کا رخ موڑ دینے، مصائب و مشکلات جھیلنے، قربانیوں پر قربانیاں دینے اور مسلسل جد و جہد کرنے کے قابل بناتی ہے۔ یہ نوجوان کے وہ اوصاف ہیں جو کسی بھی قوم و ملت کو اونچا اٹھانے کے لئے ناگزیر ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی پوری تاریخ بتاتی ہے کہ ہر پیغمبر پر ان کی قوم میں سے جن لوگوں نے سب سے پہلے ایمان کا دعوی کیا وہ نوجوان تھے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

اسی طرح حواریین عیسیٰ کی بابت آتا ہے کہ وہ چند نوجوان ماہی گیر تھے جو پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ کی تعلیم کے نتیجے میں آدم گیر بن گئے۔

تاریخ اصحاب کہف کی جرأت، دلیری اور ایثار کی کو بھی فراموش نہیں کر سکتی کہ چند نوجوانوں نے اپنے دین و ایمان کے تحفظ و بقا کی خاطر غاروں میں چھپ جانا تو گوارہ کر لیا لیکن اپنے ایمان کا ایک لمحہ کے لئے بھی سودا کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

نوجوان اور اسلام

اسی طرح آج سے چودہ سو سال قبل جب سرزمین مکہ میں حق و صداقت کا آوازہ بلند ہوا تو سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہا وہ عموماً نوجوان تھے اور انھوں نے اسی راہ میں ہر قسم کی مشکلات و مصائب کا انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا۔

مولانا مودودی صاحب مرحوم و مغفور اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

وہ ابتدائی مسلمان جو ان آیات کے (نزول کے) وقت ساری قوم کی شدید مخالفت کے مقابلے میں صداقت اسلامی کی حمایت کر رہے تھے اور ظلم و ستم کے اس طوفان میں جن کے سینہ سپر بنے ہوئے تھے ان میں مصلحت کیش بوڑھا کوئی نہ تھا، سب کے سب جوان لوگ ہی تھے۔ علی بن طالب رضؓ، جعفر طیار رضؓ، زبیر رضؓ، طلحہ رضؓ، سعد بن ابی وقاص، مصعب بن عمیر رضؓ، عبداللہ بن مسعود جیسے لوگ قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ، بلال رضؓ، صہیب کی عمریں ۲۰ اور ۳۰ کے درمیان تھیں۔ ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ، زید بن حارثہ رضؓ، عثمان بن عفان رضؓ اور عمر فاروق رضؓ ۳۰ اور ۳۵ کے درمیان تھے۔ ان سے زیادہ سن رسیدہ حضرت ابوبکر تھے اور ان کی عمر بھی مشرف باسلام ہوتے وقت ۳۸ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ابتدائی مسلمانوں میں صرف ایک صحابی کا نام ہمیں ملتا ہے جن کی عمر نبی صلعم سے زیادہ تھی یعنی حضرت عبیدہ بن الحارث مطلبی۔ اور غالباً پورے گروہ میں ایک صحابی حضور کے ہم عمر تھے یعنی عمار بن یاسر رضؓ۔

(تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۳۳۳، حاشیہ ۳۶)

مولانا امین صاحب اصلاحی تحریر فرماتے ہیں:

"حضرات انبیاء علیہم السلام کے معاملے میں سنت الٰہی یہی رہی ہے کہ شروع شروع میں ان کا ساتھ عموماً نوجوانوں ہی نے دیا۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ بھی اسی حقیقت کی شہادت دیتی ہے اور دوسرے انبیاء کی تاریخ بھی اگر تفصیل سے معلوم ہو سکے تو اس سے بھی یہی بات ثابت ہوگی۔ اس کی واضح نفسیاتی وجہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء جس ہمہ گیر دعوت اسلام کو لے کر اٹھتے ہیں ان کو ابتدائی مراحل میں بڑھ کر قبول کرنا بڑی بلند حوصلگی بلکہ جان جوکھم کا کام ہوتا ہے۔ اس کی ہمت وہ لوگ آسانی سے نہیں کر سکتے جو روایات و رسوم سے مرعوب، اور حالات و مصالح کی رعایت کے خوگر ہوں

یہ وقار کا جذبہ سرشار ہوتا ہے، نوجوانوں میں اس قسم کی مصلحت اور مصلحت بینی کم ہوتی ہے اس وجہ سے جب دعوت حق ان کو اپیل کرتی ہے تو وہ اس کیلئے دنیوی عواقب سے بے پرواہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں نہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی سرزنش کی کچھ زیادہ پرواہ کرتے نہ وقت کے ارباب اقتدار کی برہمی کی خاطر میں لاتے ہیں۔" تدبر قرآن جلد سوم ص ٣٢٩

عہد جدید کا نوجوان:۔ آج دنیا کے جس گوشے پر نگاہ ڈالی جائے ہر طرف جنسی بے راہ روی، اخلاقی گراوٹ، ذہنی خلفشار، سیاسی بے چینی، عصمت دری، فحاشی، عریانیت، لوٹ کھسوٹ اور غنڈہ گردی کا بازار گرم ہے، تہذیب، آرٹ، ثقافت اور کلچر کے نام پر انسان کے بنیادی قدروں اور اعلیٰ صفات کا خون کیا جا رہا ہے، ان جرائم میں جو طبقہ سب سے زیادہ متحرک، فعال اور سرگرم ہے وہ نوجوانوں کا ہی طبقہ ہے آج جتنے بھی جرائم ہو رہے ہیں ان میں عموماً ایسے لوگ ملوث رہتے ہیں جن میں جوش شباب اپنی حد کمال کو پہنچا ہو۔

مسلم نوجوان:۔ افسوس کا مقام ہے کہ نوجوانوں کے اس ہمہ گیر بگاڑ کا دوسرے نوجوانوں کے ساتھ، نوجوانان اسلام بھی پوری طرح شکار ہیں ان میں بھی فحاشی، بے حیائی اور عریانیت کا رواج بڑھتا جا رہا ہے الحاد بے دینی اور مذہب بیزاری میں کسی طرح دوسروں سے پیچھے نہیں ہیں، اپنے کردار، سٹائل اور وضع قطع میں مغرب کی نقالی کو وجہ افتخار سمجھ رہے ہیں ان کے نزدیک مذہب اسلام صرف دور ظلمت میں انسانوں کی رہنمائی کر سکتا تھا، اس "دور منور" میں اس کی ضرورت نہیں کہ زندگی کے مسائل و معاملات میں اسکی طرف رہنمائی کیلئے رخ کیا جائے، آج کا مسلم نوجوان آرٹ، ثقافت اور فن لطیف کے نام پر وہ اخلاق سوز حرکتیں کر رہا ہے جس پر شیطان بھی کی آہ طلب کرنے پر مجبور ہے ظلم یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ گندہ اور گھناؤنا کردار ہوتا ہے اسے یہ مسلم نوجوان ادا کرتا ہے مسلم نوجوان زندگی کے دیگر مسائل میں تو بلاشبہ بہت پیچھے ہیں لیکن فلمی میدان میں بہت تیز رفتاری کیساتھ آگے بڑھ رہا ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب پر فائز ہو کر اسمیں اپنی مہارت اور فنکاری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

اسلام سے دلچسپی:۔ مذکورہ بالا حقائق کے باوجود یہ اعتراف کرنے میں بڑی خوشی و مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ اس تنگ و تاریک دور میں بھی پوری دنیا کے انسانیت میں، خصوصاً دنیائے اسلام میں نوجوانوں کے اندر اسلام سے دلچسپی ہی نہیں بلکہ روز بروز گہری وابستگی کا جذبہ فروغ پا رہا ہے اور اسلام کو پوری دنیا میں نافذ کرنے کا داعیہ بڑی تیزی کے ساتھ ابھر رہا ہے، یہی نہیں بلکہ دنیا کے بعض علاقوں میں تو اس کو نافذ کرنے کی بھرپور جد و جہد کی جا رہی ہے اور اس راہ میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کی جا رہی ہیں، آخر یہ اسلام پسند نوجوان ہی تو تھے جنہوں نے ایران میں اسلامی انقلاب برپا کر دیا اور آج تک اسے مستحکم اور پائندہ رکھنے کیلئے قربانیاں دیئے چلے جا رہے ہیں، افغانستان کا جہاد دنیا کے سامنے ہے اس میں افغانی نوجوانوں نے اسلامی حمیت اور دینی غیرت کا جو ثبوت پیش کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

ان کے علاوہ مصر، شام، بنگلہ دیش، پاکستان، انڈونیشیا اور دیگر مسلم ممالک میں اسلام پسند دینی تحریکات احیاء اسلام کی جد و جہد میں مصروف ہیں، نوجوانوں کی اسلام پسندی کی یہی لہر ہے جسے دیکھ کر بعض اسلامی مفکرین نے پندرہویں صدی ہجری کو "اسلام کی صدی" ہونے کی پیشن گوئی کی ہے اللہ تو جلد از جلد ہمیں وہ دن دکھائے، آمین۔

نوجوانوں کو جوش اور ہوش کیساتھ آگے بڑھنا ہے

کسی بھی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے جوش عمل اور گرمی تگ و تاز کے ساتھ ساتھ صبر و تحمل، ہوش اور بصیرت

کی قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے اجتماعی جد و جہد کی راہ میں معمولی سی بے احتیاطی اور بے دانشی سے پوری کی پوری قوم اور ملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے بد قسمتی سے آج کا نوجوان بڑا عجلت پسند واقع ہوا ہے اپنی کوششوں کا پھل بہت ہی جلد دیکھنا چاہتا ہے اپنے مقصد کی راہ میں ظاہری ناکامیوں سے بہت جلد مایوس اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ اسلام پسند نوجوان کی طرف سے جلد بازی میں ایسی حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں جو نہ صرف سیاسی بصیرت کے خلاف ہوتی ہیں بلکہ اسلامی روح اور دینی مزاج کے بھی سراسر مخالف ہوتی ہیں حال ہی میں مشرق وسطیٰ میں اسلام پسند نوجوان کی طرف سے جو حرکتیں سرزد ہوئی ہیں انھیں کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں کیا جا سکتا

یہ حرکتیں غیر شعوری طور پر ان کی جلد بازی بے بصیرتی اور بے صبری کا نتیجہ ہیں۔

اسلام میں صبر کی اہمیت:۔ حالانکہ انھیں معلوم ہے کہ کسی بھی تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں صبر ایک کلیدی رول ادا کرتا ہے اسلام کی تو پوری تاریخ صبر، تحمل اور بردباری سے عبارت ہے قرآن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروں کو صبر کی خصوصی تاکید کی گئی تفصیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پوری تاریخ ہمارے سامنے ہے آپکے صحیفۂ زندگی کا ایک ایک ورق صبر و شکیبائی سے مزین اور آراستہ ہے اگر کہیں بھی ان سے معمولی سی بے صبری ہوئی تو انھیں فوراً ٹوک دیا گیا ہے اور انجام بد ان کے سامنے رکھ دیا گیا ہے قرآن بنی اسرائیل کی سرفرازی کا راز صبر کو بتاتا ہے قرآن کا ارشاد ہے وجعلنا منہم ائمہ

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے سامنے اپنی کامیابی کا راز بتاتے ہوئے فرماتے ہیں

انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین پیارے نبی اور آپکے جاں نثار ساتھیوں کو بھی اسی صبر کی تلقین کی گئی اور جگہ جگہ بے صبری سے روکا گیا ہے قرآن پیارے نبی سے مخاطب ہے

فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل ولا تستعجل لہم پیارے نبی اپنی پوری زندگی میں صبر و ثبات قدمی کا پیکر بنے رہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اسکی نصیحت کرتے رہے اور بے صبری و بے قراری کے مضرات سے بچانے کیلئے کوشاں رہے آپ کی مبارک زندگی میں غزوہ احد کے موقع پر آپ کے چند صحابہ سے نادانستہ طور پر بے صبری کا مظاہرہ ہوا تو فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور مسلمانوں کو زبردست جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ حتی کہ نبی کے دندان مبارک تک شہید ہو گئے اور مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

خاتمہ:۔ گذشتہ بحثوں سے یہ بات ابھر کر سامنے آ گئی کہ کسی بھی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ کسی بھی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ تحریک کے علم برداروں میں نوجوان عنصر کا وجود لابدی ہے وہیں یہ بات بھی بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ تحریک کے علم بردار صبر و حلم، تواضع اور بردباری کے اوصاف سے متصف ہوں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہمارے بزرگ اور معمر رہنما اپنے طویل تجربات گہرے علم، اسلامی بصیرت، اور سیاسی تدبر سے کام لیکر ان کی ہمہ جہتی ــــ اخلاقی، علمی، فکری اور سیاسی ــــ تربیت کریں اور خود نوجوان بھی اپنی بوڑھی قیادت پر اعتماد کریں اور ان کے مشوروں نصیحتوں اور ہدایتوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اگر ان دونوں ــــ نوجوانوں اور بزرگ رہنماؤں ــــ نے اپنی پوری ذمہ داری محسوس کی اور اپنے منصب و مقام کو پہچان کر کام کرتے رہے تو یقیناً نوجوان ملک و ملت کا عظیم سرمایہ بن سکتے ہیں۔

سلسلۂ خطوط

بنام مولانا داؤد اکبر اصلاحیؒ

باسمہ سبحانہ

ترجمان القرآن

حیدرآباد۔ دکن

مورخہ ۱۶/ ذی القعدہ ۵۵ھ

Tarjaman - Al - Quraan
Hyderabad (Dn)

نشان ....

مکرمی و محترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ تعجب ہے کہ پرچہ آپ کو نہ پہونچا۔ میں نے آپ کا اسم گرامی اعزازی فہرست میں لکھوادیا ہے۔ اور پرچہ آپ کی خدمت میں ضرور بھیجا گیا ہے۔ غالباً کہیں گم ہوگیا ہوگا۔ اب دوبارہ بھیجا جارہا ہے۔

آپ کا مضمون بھی وصول ہوا۔ ابھی اسے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک ضروری مضمون لکھنے میں مشغول ہوں۔ اس سے فارغ ہوکر اطمینان کے ساتھ دیکھونگا۔

مناظرہ کو تو میں خود بھی لاحاصل سمجھتا ہوں۔ البتہ کھلے دل سے مذاکرہ کرنا میرے نزدیک ضرور مفید ہے۔ مجھے جس کسی سے اختلاف ہوتا ہے اپنی تحقیق بے تکلف لکھ دیتا ہوں، خواہ وہ بڑے سے بڑا شخص ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر میری رائے میں کوئی غلطی ہو اور دوسرا شخص اس کو غلطی ثابت کردے تو شکریہ کے ساتھ قبول کرلیتا ہوں، خواہ وہ شخص چھوٹے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس طریق پر جو بحث کی جائے وہ کبھی فائدے سے خالی نہیں ہوتی۔

آیت واذا لقیتم الذین کفروا کے متعلق اثنائے مطالعہ میں میں نے اپنے نسخۂ قرآن پر نوٹ کرلیا تھا کہ ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ یہ آیت بدر

سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ وہاں حوالہ نوٹ کرنا میں بھول گیا تھا۔ اس وقت اتنا موقع
نہیں کہ کتابوں سے مراجعت کروں۔" ہم آپ صاحب قاموس کی کتاب تنویر المقیاس
من تفسیر ابن عباس ملاحظہ فرمائیں تو اس میں آپ کو یہ الفاظ ملیں گے۔ فاذا لقیتم الذین
کفروا یوم بدر۔ نیز اتقان میں مکی و مدنی سورتوں کی جو ترتیب بیان کی گئی ہے
اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورہ محمد ابتدائی مدنی سورتوں میں سے ہے۔ اس کے
علاوہ ان سورتوں کے مضامین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سورہ محمد اور سورہ حج
اور سورہ بقرہ کی متعدد آیات میں جنگ سے پہلے مسلمانوں کو تحریض کی گئی ہے
اور جنگ کے ابتدائی قوانین بتائے گئے ہیں۔ اس کے بعد سورہ انفال میں جنگ بدر
پر ایک زبردست تبصرہ کیا گیا ہے جس میں ایک طرف مجاہدین اسلام کی خدمات کا
اعتراف ہے تو دوسری طرف ان کی کوتاہیوں پر بھی نظر ڈالی گئی ہے۔ چونکہ جدید اصول
اور جدید قانون جنگ کے تحت دنیا میں یہ سب سے پہلی لڑائی تھی اور مجاہدین اسلام باوجود
اس روحانی و اخلاقی انقلاب کے جو دل کے اندر پیدا ہو چکا تھا، ابھی تک اسلامی طرز جنگ
کے پوری طرح خوگر نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے فطری امر ہے کہ ان سے کچھ کوتاہیاں بھی رہ گئی ہوں
اور یہی وہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے بعد ہی ان پر تبصرہ فرمایا۔ من جملہ ان کوتاہیوں
کے جن پر تبصرہ فرمایا گیا ہے ایک یہ بھی ہے کہ قدیم عربی قاعدہ کے مطابق کفار کے شکست
کھاتے ہی مسلمان غنائم لوٹنے اور قیدی پکڑنے میں لگ گئے اور اسی کے سبب سے فتح کے
پورے ثمرات حاصل نہ کر سکے۔ اگر حق تعالیٰ کے منشا کے مطابق اثخان کا حق ادا کیا جاتا تو ممکن
تھا کہ اسی روز ائمۃ الکفر کا خاتمہ ہو جاتا۔

اس مسئلہ پر اگر آپ دوبارہ کچھ تحریر فرمائیں گے تو خوشی کے ساتھ شائع کیا جائے
گا اور اس پر اگر ضرورت ہوئی تو میں بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ کچھ عرض کر سکوں گا۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

ابوالخطیب لندن

لندن سے ایک خط

مدیر محترم حیات نو!

سلام مسنون

محترمی ظفر احمد انصاری صاحب حیات نو کا باقاعدہ تعارف پہلے ہی کرا چکے تھے۔ جس دن یہ مجھے ملا گھر آ کر اسی رات اسے پڑھنے بیٹھ گیا کیونکہ طلباء کے خیالات اور ارادوں سے مجھے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ ان دنوں طالب علموں اور لوگوں کی حیات و حرکت کا اندازہ انہی کی سرگرمیوں سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو علم وہ حاصل کر رہے ہیں زندگی میں اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں کیا علم کی سند حاصل کر کے وہ آسودہ لوگوں کے کلب میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ یا اس علم سے ان لوگوں کی زندگی کی سطح بلند کرنا چاہتے ہیں جن میں وہ پیدا ہوئے اور پلے بڑھے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کا شمار طالب قوموں میں ہوتا ہے۔ دنیا کے کسی حصے میں چلے جائیے آپ کو مسلمان ضرور ملے گا۔ اس دنیا میں آج مسلمانوں کی ۴۰ حکومتیں ہیں اور دنیا کے جس حصے پر مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں طرح طرح کے معدنیات کے خزانے بھرے پڑے ہیں اور آج کی صنعتی زندگی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب کچھ ان کی زمینوں میں موجود ہے لیکن جناب باری کی ان سرزمین مستورات سے فیض حاصل کر کے مسلمان اپنی ہمہ گیر بے بسی کو ختم کر سکے۔ یہ اور ان کی زمینیں ایسی آزاد چراگاہیں ہیں کہ ہر چھوٹی بڑی قوم انہیں لوٹتی اور روندتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور ہم سوائے چیخنے چلانے کے کچھ نہیں کر پاتے۔

ہماری اجتماعی زندگی میں کسی ایسی چیز کی کمی ضرور ہے جو ہمیں انسانی سطح پر نہیں آنے دیتی ـــــ حالانکہ مسلمانوں کی تاریخ اور ان کا ماضی بلند کردار انسان سے محبت اور رواداری سے خالی نہیں۔ اسلام نے انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کرا کے اس کے اصل مقام سے آگاہ کیا ایسی شاندار تہذیب اور تاریخی شعور کے باوجود ہمارے زوال کی ابھی عمر ختم ہونے کو کہیں نہیں آتی۔ وہ کون سی وحشی بیماری ہے جو ابھی تک ہماری قوم کے سوچنے والوں کی گرفت میں نہ آسکی۔ لیکن حرکت اور جدوجہد ہماری تہذیب کا ایک طاقتور عنصر ہے اس لئے جگہ جگہ مسلم ممالک میں اسلام کو ایک اجتماعی قوت بنانے کے لئے جدوجہد ستاروں کی طرح چمکتی اور ستاروں ہی کی طرح چمک کر ٹوٹ جاتی ـــــ شاید اسی حرکت میں ہمارے لئے زندگی کا پیغام ہو۔ رسالہ 'حیات نو' میں بھی ـــ اسی جدوجہد کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ماہنامہ حیات نو اسلامی علوم کے طلباء کی ایک آواز ہے جس میں خلوص، تڑپ، دب کر ابھرنے کی خواہش اور دین و ملت کیلئے کچھ کرنے کا جذبہ ہے

اسلامی تہذیب اور مسلمانوں پر جیسی جیسی آفتیں آئیں اگر ایسی آفتوں سے کسی اور قوم کو واسطہ پڑتا تو دنیا سے اس کا نام و نشان مٹ چکا ہوتا۔ لوگ اسے معجزہ کہہ کر کتابوں کے علاوہ کہیں اور دیکھ پاتے۔ لیکن ہر چوٹ اس کی جڑوں کو اور مضبوط کر دیتی اور سنبھل کر استوار کر جاتی۔ خیر اس تجزیہ تک اس تاریخی سفر پر جانا نہیں چاہتا صرف اس ماضی کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جسے اسلامی تہذیب اور اس کی کلاسیکی تعلیمات نے ایسا شاندار اور لچکدار بنایا۔

مغرب کی صدیوں کی غلامی ابھی مکمل طور پر ابھی ختم نہیں ہوئی اس کے بعد مسلمانوں میں تعلیم کے دو رجحانات ایک ساتھ چلتے رہے۔ دینی تعلیم کے ادارے جو بوریوں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر دینی تعلیم کو محفوظ اور خالص رکھنے کی خاطر اپنے وقت کے کسی فیشن ایبل رجحان سے سمجھوتہ نہ کیا کیونکہ یہ فیشن ایبل رجحانات سامراجی حکمرانوں اور تاجروں کی ضرورت تھے۔ انہوں نے چٹائیوں پر بیٹھ کر دینی علم حاصل کیا۔ اپنے دنیاوی مستقبل کو نظر انداز کر کے زندگی کی ساری محرومیوں اور صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے خالص دین مسلمانوں تک پہونچایا۔

اس تعلیم سے ان مخلصوں کو کوئی اونچا عہدہ اور بہتر معیار زندگی نہ ملا۔ لیکن اس تعلیم میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لئے جو بلند اور حق تھا اس نے اس صدی میں مسلمانوں کی جنگ آزادی میں ایک جان پیدا کر دی۔

دوسری طرف جدید کالج اور یونیورسٹیوں کی تعلیم جو فیکٹریوں اور کارخانوں کی طرح سیکولر نظام کی انتظامیہ کے لئے اپنے طلبا کو تیار کر کے انھیں مادی منفعت اور بہتر معیار زندگی دے رہی تھیں۔ آج وہ تعلیم اور اس کے ماہرین زمانے کی بے چینی اور تبدیلی کی وجہ سے out of date ہو چکے ہیں۔ ہماری اس بیسویں صدی میں مغرب کی سرمایہ داری اور سوشلسٹوں کی اشتراکیت لوگوں کی ضرورتوں اور شکایتوں کی وجہ سے فرسودہ ہو چکی ہیں۔ انھیں خود متوازن نظام حیات کی ضرورت ہے۔ مغرب میں اس کی وجہ سے بڑی بنیادی نظریاتی تبدیلیوں کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ ابھی وہ ان مسائل کا حل تلاش نہیں کر سکے انسانی آبادی، بھوک، بیماریاں تیسری دنیا میں موجود رہی ہیں اور سرمایہ دار اور سوشلسٹ ممالک میں ذہنی اور نفسیاتی وبا کی طرح پھوٹ پڑی ہیں۔

ہر زمانہ اپنے مطالبات، مزاج اور نفسیات رکھتا ہے لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اگر مجھے اجازت دی جائے تو عرض کروں گا کہ ماہنامہ حیات نو کے لباس (ٹائٹل) وضع قطع میں اپنے زمانے کا رجحان نہیں ہے۔ ہم زمانے کے [illegible] ہوئے لباس، انداز گفتگو اور طور طریق تبدیل کرتے رہتے ہیں آخر دین و تہذیب کے لئے ایسے طریقے اور انداز کیوں نہ اختیار کریں جس کی وجہ سے لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں۔ ضرور اس کا ٹائٹل تبدیل کیجئے۔ ماہنامہ حیات نو کے مضامین اور ان کے خیالات، طرز استدلال دل کو لگتے ہیں ــــ کہیں کہیں کسی مضمون میں پرانے زمانے کی جذباتیت بھی ملتی ہے یہ علمی اور ادبی جریدہ طلبا کی آواز ہے لیکن علمی مضامین کی سنجیدگی اس پر اتنی غالب آگئی ہے کہ اس میں نوجوان طلبہ کی امنگ دب کر رہ گئی ہے۔ کہیں نوجوان طلبہ کی جوانی جنگ کو بھی رنگوں کی طرح اس رسالے میں استعمال کیجئے لیکن ایسے دینی اقدار ان کی ترنگ سے مجروح نہ ہوں۔ جدید ذوق کا خیال کیجئے۔ ٹائٹل کی حیثیت لباس کی ہوا کرتی ہے۔

لیکن اس گزارش سے آپ کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ میں بڑے بوڑھوں کی سنجیدگی اور کلاسیکیت سے تنگ آ چکا ہوں

حاشا وکلا ایسی بات نہیں۔ اس جدوجہد کے زمانے میں ان بزرگوں کے تجربے اور رہنمائی کی بڑی ضرورت ہے۔ دین وتہذیب کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں، البتہ سمجھوتہ اس بات پر ہو سکتا ہے کہ دین وتہذیب کو نوجوانوں کے لیے کس طرح دل کش بنا دیا جائے —— تاکہ یہ دینی تعلیم ان کے کردار اور نصب العین کا ایک مضبوط حصہ بن سکے۔

آپ کے رسالے کے لیے میں نے اپنا ایک مضمون بھیجا ہے ... کیا میں اور اسے کیا دیں "محترمی ظفر احمد اختری صاحب کو دے دیا تھا۔ امید ہے وہ آپ کو مل گیا ہوگا۔ اس کے علاوہ ہر طرح کے تعاون کے لیے میں حاضر ہوں۔ [illegible] میں محترمی ارشد صاحب نے مسائل پر گفتگو کی ہے، یہ آج بھی مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہیں انہیں دہراتے رہنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کی نظروں سے وہ اوجھل نہ ہوں۔ لیکن اس رسالے میں مولانا محترم ابوبکر اصلاحی صاحب کا مضمون "زندگی دھوکہ کی ٹٹی ہے" ذرا غور طلب ہے کیونکہ اسے پڑھ کر جو تاثر قاری کے ذہن میں ابھرتا ہے اس سے انسانی زندگی میں عدم تعاون اور زندگی سے بے تعلقی بڑھ جاتی ہے اگر زندگی کو ہم دھوکے کی ٹٹی تصور کر لیں تو اسے تبدیل کرنے کی جدوجہد کون کرے گا۔ آخرت تو اسی دنیا کی جدوجہد سے بنتی ہے —— بشرطیکہ اس زندگی کی جدوجہد کو فرمانِ الٰہی کے مطابق جاری رکھا جائے۔ مضمون کا لب و لہجہ اسی بیزاری کا شکار ہے۔

اسلامی انقلاب اور اساتذہ بھی اس رسالے کی اہم تحریر ہے مغرب میں تو درس و تدریس ایک قسم کی انڈسٹری بن کر رہ گئی ہے، اس وجہ سے طلبا اور اساتذہ کا تعلق وہ نہ رہا جو ہونا چاہیے اس تحریر میں اس تعلق کے ضمن میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، مغرب میں تو اس کی پیاس بڑی شدید ہے، مسلمانوں میں تو دین و تہذیب سے محبت اور وفاداری کے ساتھ استاد کا احترام ایک قدر ہونے کے ساتھ روایت کے درجے تک پہنچ گیا ہے اور ذہنی ہدایات کے تحت ہمارے احترام مسلمانوں میں اتنے مضبوط ہو گئے کہ محراب و منبر کے برابر کبھی تخت و تاج کو نہ آنے دیا۔

لیکن اس رسالے میں ہوٹل، چائے خانے اور باغات کی مذمت کیوں؟ آخر مدنی زندگی میں اپنے کام اور فرائض سے فارغ ہو کر ایسے مقامات کی ضرورت رہا کرتی ہے جہاں وہ اپنے جاننے والوں کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھ کر دل بہلا سکیں خصوصاً آج کل کی مصروف صنعتی زندگی میں ذہن کو ایسی تفریح کی ضرورت رہا کرتی ہے، یہ اس کی جسمانی صحت کے لیے، اس کی ذہنی اور جذباتی صحت کے لیے بھی ضروری ہے۔ آخر مضمون نگار کے پیش نظر اس زمانے میں کون سی دنیا ہے۔ کیا کام کاج کے بعد صرف گھر میں بیٹھ کر وقت گزارا جائے؟ ہاں اگر گھر کے باہر کی یہ ہوٹل، چائے خانوں اور باغات کی سیر کی زندگی کی خاطر گھروں کو برباد کیا جائے اور چائے خانوں اور ہوٹلوں کو آباد کیا جائے تو وہ غیر صحت مند اور قابل مذمت ہے۔ انسانی زندگی میں تو گھر کی بھی ضرورت ہے اور گھر کے علاوہ تفریح گاہوں کی بھی۔

حیات نو کا جو شمارہ بروقت میرے پیش نظر ہے اس کا شعری اور افسانوی حصہ نہایت کمزور ہے۔ اس کا انداز تو دس برس پرانا ہے۔ اگر حیات نو کے معیار کے مطابق غزلیں نظمیں اور افسانے نہ مل سکیں تو برصغیر ہند و پاک میں جو معیاری ادبی رسالے نکلتے ہیں ان میں سے چیزوں کو منتخب کر کے شائع کیا جائے۔ رسالے کے ادبی حصے کا ایک معیار ہونا چاہیے اسے برابر ترقی دیتے رہنا چاہیے۔ ہند و پاک میں ایسے کافی اچھے لکھنے والے موجود ہیں۔ سیارہ لاہور، تجلی، تسنیم، عنقریب

بقیہ صفحہ ۳۸ پر

سے کارروائی کی گئی اور سادات کی جگہ امین الجمیل نے دستخط کئے۔ انھوں نے عرب لیگ سے اپیل کی کہ وہ اس غداری پر لبنان کو بھی وہی سزا دے جو کہ سادات کو دی گئی تھی۔ صدر قذافی نے لبنان سے اپنے سفارتی تعلقات ختم کر لئے، اپنے سفیر کو لبنان سے واپس بلا لیا اور لبنانی سفیر کو فوراً لیبیا چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

اس دوران صدر قذافی کا ایک خصوصی نمائندہ ان کا ایک خط لے کر سعودی عرب پہونچا۔ خط کے مضمون کا پتہ تو نہیں چل سکا مگر خیال کیا جاتا ہے کہ لبنان کے بائیکاٹ پر زور دیا ہے۔ تاہم شاہ نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ اس پیچیدہ صورت حال سے پریشان ہو کر صدر جمیل نے اپنے نمائندے عرب ممالک میں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ اپنے موقف کی تائید حاصل کر سکیں۔ ادھر حافظ الاسد نے بھی اپنے موقف کی حمایت حاصل کرنے کے لئے اپنے نمائندہ کو مختلف ممالک میں روانہ کیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ روس اور اس کے حلیفوں کو لبنانی مسئلہ کا باعزت تصفیہ کچھ اچھا نہیں لگتا۔ کاش کہ مسلم اور مسلم کاز کے پرجوش علمبردار (لیبیا و شام) افغانستان میں روسی جارحیت کا بھی احساس ہوتا اور کاش یہ لوگ روس کے بائیکاٹ کا بھی اعلان کرتے۔ صدر جمیل نے یقین دلایا ہے کہ اس معاہدہ کے باوجود لبنان اپنا تشخص برقرار رکھتے ہوئے برابر عرب برادری میں شامل رہے گا۔ اسرائیل کے ہاتھوں کٹھ پتلی نہیں بنے گا اور نہ ہی عرب کاز کے خلاف کبھی استعمال ہوگا۔ صدر جمیل کی متانت اور سنجیدگی پر بہر حال اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس معاہدہ کا انجام کیا ہوتا ہے؟

جدہ میں منعقدہ اسلامی یکجہتی فنڈ کا اجلاس

اسلامی یکجہتی فنڈ کا انیسواں اجلاس پچھلے دنوں جدہ میں منعقد ہوا یہ کمیٹی اسلامی کانفرنس کی نگرانی میں تشکیل دی گئی ہے۔ کانفرنس کا افتتاح اسلامی کانفرنس کے سکریٹری جنرل حبیب شطی نے کی۔ کانفرنس نے عالم اسلام کے موجودہ مسائل کا جائزہ لیا خاص کر اقتصادی تعلیمی اور اسلامی دعوت کے موضوعات تفصیل سے زیر بحث آئے۔ کانفرنس نے اس سمت میں سعودی حکومت کے بھرپور مالی تعاون کا شکریہ ادا کیا اور اس کی مثبت کوششوں کو سراہا۔

کانفرنس میں افتتاحی تقریر کرتے ہوئے سکریٹری جنرل جناب حبیب شطی نے فرمایا کہ اس وقت عالم اسلام کو سنگین حالات کا سامنا ہے۔ فلسطین، لبنان، افغانستان اور قدس شریف کے علاوہ عراق ایران جنگ جیسے چیلنج سے نمٹنا ہے۔ انھوں نے فنڈ کی کامیاب کارگزاری کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ مختلف مسلم ممالک میں متعدد اسلامی پروگراموں کو بروئے کار لانے میں فنڈ نے اہم رول ادا کیا ہے۔ انھوں نے تمام ممبر مسلم ممالک سے کانفرنس کے ساتھ بھرپور تعاون کی اپیل کی تاکہ کانفرنس اپنے منصوبوں اور پروگراموں کو صحیح ڈھنگ سے عملی جامہ پہنا سکے۔ محترم حبیب شطی نے مسلم ممالک میں سائنس اور ٹکنالوجی کے فروغ پر زور دیا تاکہ اسلامی تعلیمات کی صحیح تبلیغ و اشاعت ہو سکے اور اسلامی معاشرہ وجود میں آ سکے۔

فنڈ کے والی صدر استاد عباس غزاوی نے اپنے خطبہ صدارت میں موجودہ صورت حال پر تشویش ظاہر کرتے ہوئے اسرائیلی جارحیت کی مذمت کی۔ اور ایران عراق جنگ کو بے مقصد قرار دیتے ہوئے مسلم اتحاد کے لئے عظیم نقصان سے تعبیر کیا۔ انھوں نے دونوں ملکوں سے صلح کی اپیل کی اور واضح کیا کہ اس سے کہیں زیادہ اہمیت کے مسائل ملت کو درپیش ہیں جن کی طرف دونوں طاقتور ملکوں کو توجہ دینی چاہیئے۔

استاد غزاوی نے افغان مجاہدین کو ان کی بہادری اور ثابت قدمی کے لئے مبارکباد دیتے ہوئے مسلم اتحاد اور یکجہتی پر

بیروت کے [illegible] ۱۹۸۲ء میں فاس میں منعقدہ عرب سربراہی کانفرنس میں شامی نمائندے نے شرکت کی جس میں ایک قرارداد پاس کر کے ایران عراق جنگ میں عراق کی مکمل حمایت کا اعلان کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایران شام کی اس حرکت سے خوش نہیں تھا چنانچہ کانفرنس کے فوراً بعد ہی ایرانی رہنماؤں نے شامی نمائندہ کے طہران میں استقبال سے انکار کر دیا تھا۔

۳۔ ایران کو شامی وزیر خارجہ عبدالحلیم خدام کی سات رکنی عرب نمائندہ وفد میں شمولیت پر بھی اعتراض تھا جس نے دوسرے ممالک کے ساتھ امریکہ کا بھی دورہ کیا تھا۔

۴۔ ایران کو اس بات سے بھی ناراضگی ہے کہ شام نے نہ صرف سابق امریکی صدر کارٹر کو شام کے دوستانہ دورہ کی اجازت دی بلکہ خود حافظ الاسد نے ان سے ملاقات بھی کی۔ **(اس ضمن میں یہ بات واضح رہے کہ صدر کارٹر کے اس** دورہ کے خلاف دمشق میں مقیم ایرانیوں نے مظاہرہ بھی کیا تھا)

۵۔ کچھ عرصہ قبل ایران نے شام میں بھیجے گئے فوجی رضاکاروں سے ایرانی فوج کے سربراہ کے ملنے کی اجازت چاہی جسے شام نے داخلی سلامتی کے پیش نظر مسترد کر دیا تھا۔

دوسری طرف شام کو بھی ایران کی بعض حرکتوں سے دکھ پہنچا جس سے تعلقات کشیدہ ہوتے گئے۔

۱۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ ایران نے لبنان کی حدود میں اسرائیل کے مقابلہ میں شامی فوجوں کی مدد کے لیے ۳۰۰ رضاکار بھیجا تھا، جب اس ٹیم کو ضروری ٹریننگ کے بعد میدان میں بھیجا گیا تو یہ لوگ لبنان کی شیعہ تنظیم "امل" سے جا ملے اور خود لبنانی حکومت کے خلاف سرگرمیاں شروع کر دیں۔

۲۔ شام و ایران کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے شام نے [illegible] ایرانی سیاحوں کے داخلے کی اجازت دی تھی اور اس کے عوض ایران اس نقصان کا معاوضہ دینے کے لئے تیار تھا جو کہ شام کو عراقی پٹرول لائنوں کو بند کر کے اٹھانا پڑا تھا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ عراق کی پٹرول لائنیں شام سے گزرتی تھیں جس کا خطیر معاوضہ عراق شام کو ادا کرتا تھا مگر ایران عراق جنگ شروع ہونے پر ایران کی حمایت میں شام نے ان لائنوں کو بند کر دیا تھا۔ لیکن بعد میں ایران نے نہ صرف اس کا کوئی معاوضہ نہیں دیا بلکہ ۱۰۵ ملین ڈالر کے اس قرض کی ادائیگی کا مطالبہ شروع کر دیا جو کہ شاہ کے عہد میں شام نے لیا تھا۔ آخر کار یہ طے پایا کہ ایرانی سیاح شام میں داخل ہوں گے اور اس کے عوض شام کو یہ چھوٹ ہوگی کہ وہ قرض کی ادائیگی قسطوں میں کرے۔ چنانچہ پچھلے دو تین ماہ میں کوئی چھ ہزار ایرانی سیاح شام آ کر پہنچ چکے ہیں شام اس معاہدہ سے خوش نہیں تھا اور اس دوران شامی حکام نے ان سیاحوں کی بعض قابل اعتراض حرکتوں کا مشاہدہ کیا مثلاً جب یہ سیاح دمشق ایئرپورٹ پر پہنچے تو ان کے ہاتھوں میں آیت اللہ خمینی اور دیگر انقلابی نعروں کے پوسٹر تھے جسے ان لوگوں نے ایئرپورٹ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا۔ اس پر فوراً دونوں حکومتوں کے درمیان کافی لے دے ہوئی اور سارے پوسٹر نکال دیئے گئے۔ ان سیاحوں کو دیکھا گیا کہ وہ سیاحت کے پردے میں شام کے عوام کو ایران جیسے انقلاب پر اکساتے اور اپنے نظریات کی تبلیغ و اشاعت کرتے اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ سیاح کسی خاص مقصد کے ساتھ شام بھیجے گئے ہیں۔

۳۔ صادق قطب زادہ کی سزائے موت منسوخ کرانے کے لئے شام نے ایرانی حکومت سے کئی بار درخواست کی مگر آیت اللہ خمینی نے اسے سختی سے رد کر دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ ان حالات میں دونوں مسلم ملکوں کے تعلقات زیادہ روز تک استوار نہیں رہ سکتے۔ اپنے ملک میں داخلی سلامتی و استحکام چاہنے والے اور کسی بیرونی مداخلت کو پسند نہ کرنے والے متشدد ایرانی رہنماؤں کو دوسرے ملک کی سرحدوں

میں من مانی کرتے اور ان کی داخلی سلامتی کے لیے خطرہ پیدا کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی۔

قاہرہ ریڈیو کا مستحسن اقدام

قاہرہ ریڈیو نے اپنی عالمی سروس میں قرآن کریم کے انگلش اور فرانسیسی ترجمے نشر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس نئے پروگرام سے ایشیا اور مغربی افریقہ کے ان ممالک کے مسلم باشندے مستفید ہو سکیں گے جو انگلش بولتے اور سمجھتے ہیں۔ رمضان المبارک سے مشرق وسطی اور جنوبی افریقہ کے لئے انگلش ترجمہ قرآن کریم نشر کیا جائے گا۔ مغربی افریقہ میں دینی تعلیم اور فہم قرآن کو عام کرنے کے لئے فرانسیسی زبان میں بھی ترجمہ نشر کیا جائے گا تاکہ فرانسیسی زبان بولنے والے ان ملکوں میں رہنے والے ۷۰ فیصد مسلمان فائدہ اٹھا سکیں گے۔ مصری حکومت کا یہ فیصلہ بہت مفید اور قابل قدر ہے۔

منیٰ میں ۹ ملین ریال کی لاگت سے جدید طرز کے مذبح کی تعمیر کا منصوبہ

عرصے سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ قربانی کے گوشت کو استعمال میں لایا جائے مگر ایک ایسے جدید طرز کے مذبح کی تعمیر سے پہلے حاجیوں کی سال بہ سال بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر سڑکوں کی توسیع، نئے پلوں کی تعمیر، روشنی، پانی کا انتظام اور گٹر لائنیں بچھانے جیسے زیادہ اہمیت کے مسائل کی طرف توجہ ضروری تھی جس پر سعودی حکومت نے بڑی حد تک قابو پالیا ہے۔ قربانی کے جانوروں کی رہائش اور کئی بڑے بڑے مذبح بھی اگرچہ پہلے سے موجود تھے مگر اب جدید طرز کے آٹومیٹک مذبح کی تعمیر سے نہ صرف حاجیوں کو سہولت ہوگی بلکہ منتظمین کو انتظام میں بھی سہولت ہوگی اور گوشت کو استعمال میں بھی لایا جا سکے گا جبکہ پہلے لاکھوں کی تعداد میں ذبیحہ ضائع کر دیا جاتا تھا۔

اس نئے مذبح سے متصل جانوروں کے لئے متعدد باڑے کی تعمیر کی جائے گی جس میں بیک وقت ۲ ملین جانوروں کے لئے گنجائش ہوگی۔

منیٰ ترقیاتی منصوبہ کے ڈائرکٹر انجینئر عبدالعزیز غندورہ نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ مذبح نئے طرز کے آلات اور مشینوں سے آراستہ ہوگا جس سے تمام کام (Process) میں آسانی ہوگی۔ مذبح کا ایک حصہ گوشت کی صفائی اور پیکنگ کے لیے خاص ہوگا جس میں فی گھنٹہ ۱۰ ہزار جانوروں کے گوشت کی صفائی اور پیکنگ کا کام انجام پائے گا۔ اس نئے مذبح میں پانی اور ہوائی پریشر لائنوں کے علاوہ اسٹیم لائن بھی ہوگی۔ جلد کی صفائی (اسکیلنج) کے لئے گرم پانی کی لائن بھی ہوگی۔ ڈاکٹر غندورہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس منصوبہ کی تکمیل تین مرحلوں میں ہوگی۔ پہلے مرحلہ میں گوشت کو تازہ ہی فریز کر لیا جائے گا۔ دوسرے مرحلہ میں گوشت کو ابال کر محفوظ کیا جائے گا۔ تیسرا مرحلہ ابھی زیر غور ہے۔

عالم اسلام کا سانحہ

رابطہ اسلامی کے سکریٹری جنرل شیخ محمد علی الحرکان عارضی علالت کے بعد نیشنل گارڈ ہسپتال المستشفی الحرس الوطنی میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دو سے زائد مسلم ممالک کی نمایاں اسلامی شخصیتوں نے مرحوم کے جنازہ میں شرکت کی۔

شیخ علی الحرکان کی تعلیم مدینہ منورہ میں ہوئی اور فراغت کے بعد مقامی شرعی عدالت کے قاضی کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ پھر ترقی پاکر جدہ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ ایک عرصہ تک اس منصب پر فائز رہے کے بعد ۱۹۷۰ء میں شاہ فیصل مرحوم نے اپنی وزارت میں عدل و انصاف کے پہلے وزیر کی حیثیت سے شامل کیا۔ بحیثیت وزیر عدل و انصاف آپ نے اہم سفارشات پیش کیں اور اسلامی قوانین کے نفاذ پر زور دیتے رہے۔ پھر شاہ خالد کے عہد میں ان کو رابطہ عالم اسلامی کا سکریٹری جنرل مقرر کیا گیا۔ مرحوم اپنی اسلامی حمیت اور مسلم مسائل سے دلچسپی کے لئے معروف ہیں۔ انھوں نے دنیا کے کسی گوشہ میں مسلمانوں پر ہونے والی جارحیت کے خلاف ہمیشہ آواز اٹھائی اور پر زور احتجاج کیا۔ مرحوم و مغفور علی الحرکان ہندوستان میں تحریک اسلامی کی سرگرمیوں سے بڑی ہمدردی رکھتے تھے۔ جامعۃ الفلاح سے بھی بخوبی متعارف تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے پس ماندگان کو صبر جمیل اور رابطہ اسلامی کو صحیح جانشین عطا فرمائے۔

☆

برادر اطہر ریحان فلاحی صاحب کا پتہ بدل گیا ہے، نوٹ فرمالیں:

ATHAR RAIHAN
Samah Co.
P. Box : 10109
Jubail - Industrial city
K.S.A.

(بقیہ صفحہ ۳۳ کا)

سہ ماہی ابلاغ (رانچی) پٹنہ یہ ادب کے مقتدر اسلام پسند جریدے ہیں۔ ان پر ضرور نظر رکھئے۔ کافی اچھی چیزیں آپ کو وہاں مل جائیں گی باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ ہماری تحریک نے ذہین فنکار، افسانہ نگار، ناولسٹ اور شعرا بڑے مختصر عرصے میں پیدا کر دئے ہیں۔

اس کے علاوہ دنیا کی دوسری قوموں کے ادب پر بھی نظر رکھئے۔ ان قوموں کی تخلیقات میں جہاں اخلاقی حسن کا مظاہرہ ہو اس کا ترجمہ آپ کے رسالے میں ہونا چاہئے۔ مغربی ادب میں ایسے فن پارے کافی مل جائیں گے۔ سارا مغرب ملحد اور سیکولر نہیں مغرب میں کافی تعداد کے لکھنے والے اب بھی ہیں جو خدا اور اخلاقی قدروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی رسالہ بہت اچھا ہے خصوصاً اس کے مضامین۔ خدا اس رسالے کی عمر دراز کرے کیونکہ جن افکار کی بازگشت اس علمی اور ادبی رسالے میں ملتی ہے وہ مسلمانوں کی ہی ضرورت نہیں بلکہ دنیا کے سارے لوگوں کی ضرورت ہے۔ اسلام صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی ساری قوموں کے لئے ہے۔

احقر

ابو الخطیب (لندن)

—: میرا لندن کا پتہ :—

ABUL KHATIB
22 C. LIS BURNE Road
Hamps Tead
London N.W.3
2.N.R
England (U.K.)

غزل

بدر عالم خان
ایم۔اے

تنگیِ دامنِ صحرا سے جو گھبرائے گی
تشنگی خنجرِ قاتل میں سما جائے گی

اب کے مقتل پہ گھٹاؤں سے لہو برسے گا
اور قاتل کی انا تشنہ بہ لب جائیگی

زہر عیسیٰ کیلئے یا ہے سقراط صلیب
بے گناہی تو بہرحال سزا پائے گی

کربلا ساتھ لئے سیل بلا ساتھ لئے
زیست خوابوں کے سمندر میں اتر جائیگی

جانے کس خوف سے یہ کوہ گراں لرزاں ہے
کیا ابابیل کوئی اس کو نگل جائیگی

رہبری کے لئے ہر موڑ پہ آئے گا خضر یوں
آگہی راہ سے جس وقت بھٹک جائیگی

اپنے ماتھے کی لکیروں کو مٹا دو یارو!
اب نہ کاتب سے یہ تحریر پڑھی جائیگی

خود کو دہرانے کی تاریخ کئی بار اٹھی
کوہ فاراں سے یہی ایک صدا آئے گی

جامعہ کے لیل و نہار

حسن حبیب کے قلم سے

آباد رہے میرا چمن خدا کا شکر ہے جامعۃ الفلاح مقررہ وقت پر ۲۳ جولائی کو کھل گیا۔ اور حسب سابق پڑھائی اپنے شباب پر آگئی ہے۔ طلبہ پورے انہماک اور دلچسپی کے ساتھ درس میں مشغول ہوگئے ہیں۔ صدر جامعہ جناب مولانا عبد الحسیب اصلاحی نے وقت مقررہ پر آنیوالی طلبہ کی اکثریت کو دل مبارکباد پیش کیا اور ان کے حق میں اپنی نیک خواہشات اور تمناؤں کا اظہار کیا۔

جامعہ میں ڈاکٹر ضیاء الرحمن کی آمد یہ بات ہمارے لئے باعث مسرت ہے کہ جناب ضیاء الرحمن اعظمی اپنے وطن تشریف لائے اور جامعہ سے تعلق خاطر کی بناء پر اس کو بھی شرف زیارت بخشا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اپنے قیمتی اوقات کا ایک بڑا حصہ طلبہ کی رہنمائی کیلئے وقف کر دیا۔ آپ نے ۳۱ جولائی ۸۳ء کو ۱۰ بجے جامعہ کے عربی درجات کے طلبہ سے خطاب کیا اور علم جرح و تعدیل پر ایک تفصیلی اور سیر حاصل لکچر دیا۔ جس سے طلبہ بیحد مستفید ہوئے۔ اسکے بعد دوسرے دن نسواں میں بھی آپ نے لکچر دیا۔ جس میں طالبات کی خاصی تعداد شریک تھی۔

داخلے کیلئے مقابلے کا اعلان اعلان داخلہ کے مطابق درجہ عربی اول میں داخلہ کی تقریباً ۵۰ درخواستیں آئیں لیکن وقت مقررہ پر صرف ۵ طلبہ حاضر ہوسکے جنھوں نے مقابلے میں شرکت کی اگر ان میں سے صرف تین طلبہ کامیاب ہوئے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ ان طلبہ کا معیار درجہ ہفتم ثانوی سے بہت نیچے تھا۔ اور وہ اکثر مضامین میں کورے تھے۔ کامیاب ہونے والے طلبہ درج ذیل ہیں:۔

①	ذوالفقار علی نیپالی	اوّل
②	عزیز الرحمن سنبھلی	دوم
③	محمد عادل گیاوی	سوم

انگریزی کے اساتذہ کا تقرر جامعہ میں شعبہ عالمیت میں انگریزی پڑھانے کیلئے ایک استاد کا تقرر عمل میں آیا۔ موصوف کا نام زین العابدین ہے۔ آپ ڈبل ایم اے ہیں۔ اور عمادالدین شرفی کالج کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔ آپ یکم اگست سے بہت اطمینان اور دلچسپی کیساتھ فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

جامعہ کے ایک استاذ حج کو روانہ یہ بات ہمارے لئے باعث مسرت ہے کہ جامعہ کے ایک تجربہ کار، کہنہ مشق استاذ حدیث و فقہ جناب مولانا ابوبکر صاحب اصلاحی جلد ہی حج بیت اللہ کو روانہ ہو رہے ہیں۔ موصوف ایک عرصہ سے جامعہ کی خدمت کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہم طلبہ اس پر اظہار مسرت کر رہے ہیں اور بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ خدا موصوف کو بخیر و عافیت مقصود تک پہونچائے اور بصحت و عافیت جلد واپس لاکر دوبارہ یہ ذمہ داری سنبھالنے کا موقع عنایت فرمائیں۔ آمین

جناب محمد طاہر صاحب اعظمی بحیثیت مبعوث

محمد طاہر صاحب عمری مدنی ابن جناب مولانا صغیر احسن صاحب اصلاحی بحیثیت مبعوث ازہری قدوہ مطابق ۳۰ اگست ۸۳ء جامعۃ الفلاح تشریف لائے۔ اور ماہ رواں کے آخری ہفتے سے تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

جمعیۃ الطلبہ کے نئے ذمہ داران یہ بات محتاج بیان نہیں کہ جمعیۃ الطلبہ ایک نہایت ہی اہم شعبہ ہے جسکے تحت مختلف شعبے قائم ہیں۔ جن میں طلبہ کو مختلف قسم کی ذمہ داریاں دیکر انہیں عملی میدان میں اترنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ مثلاً شعبۂ خطابت و صحافت، شعبۂ مطبخ اور لائبریری وغیرہ۔ اسکے لئے ہر سال کے آغاز میں نئے ذمہ داروں کا انتخاب ہوتا ہے۔ حسب سابق امسال بھی درج ذیل طلبہ کو ذمہ داریاں سونپی گئیں:۔

سکریٹری	محمد عبد الحئی فاروقی
ڈائریکٹر اطلاعات	ظہر احسن مستقیمی
جنرل مانیٹر مطبخ	سید عبد الرحیم بھساولی
منتظم اخبارات و رسائل	محی الدین ساجد
خطابت اردو اعلیٰ	عبد العزیز سلفی
انگریزی	توحید عالم
عربی	انعام اللہ بستوی

اللہ ان کو فرائض کی انجام دہی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین